

تفسير

[illegible]

پارہ نمبر 10

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 10)

مصنف _____ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ _____ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ _____ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ _____ عبدالقدیر فریدی

طباعت _____ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت _____ جون 2009ء

ناشر _____ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685, 4466985

فہرست مضامین (پارہ نمبر 10)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	مال غنیمت کے مصارف	۸	۴۱	۱۲
۲	میدان بدر کی صورتحال	۸	۴۲	۱۵
۳	جنگ بدر میں اللہ کے فضل و کرم کی صورتحال	۸	۴۳	۱۷
۴	جنگ بدر میں کفار کو دکھائے گئے اور ان کو مسلمان زیادہ نظر آئے	۸	۴۴	۱۷
۵	ایمان والوں کو جنگ میں ثابت قدمی کی تلقین	۸	۴۵	۱۸
۶	مسلمانوں کا آپس میں جھگڑنا انہیں کمزور کر دے گا	۸	۴۶	۱۸
۷	کفار کی اکڑ بازی اور دکھاوے کا ذکر	۸	۴۷	۲۰
۸	شیطان نے کفار کو بھی دھوکہ دے دیا	۸	۴۸	۲۱
۹	منافقین کی شیطان پیروی کا ذکر	۸	۴۹	۲۲
۱۰	بدر میں فرشتوں کے ہاتھوں کفار کی موت کی کیفیت	۸	۵۰	۲۴
۱۱	کفار کا انجام کار	۸	۵۱	۲۴
۱۲	کفار کی عادات فرعون کے پیروکاروں کی طرح ہیں	۸	۵۲	۲۵
۱۳	اللہ کی نعمتوں کی بے قدری مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے	۸	۵۳	۲۵
۱۴	آل فرعون کو نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا گیا	۸	۵۴	۲۷
۱۵	کفار اللہ کے نزدیک جانوروں سے بھی بدتر ہیں	۸	۵۵	۲۷
۱۶	وعدہ خلائی کر نیوالوں کی ڈھٹائی کا ذکر	۸	۵۶	۲۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	میدان جنگ میں وعدہ خلاف کفار کو عبرتناک سزا دی جائے	۸	۵۷	۲۹
۱۸	اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کو پسند نہیں فرماتا	۸	۵۸	۲۹
۱۹	میدان جنگ سے بچ جانے والے کفار عذاب سے دوچار ہونگے	۸	۵۹	۳۱
۲۰	مسلمانوں کو ہمیشہ جنگ کیلئے تیار رہنے کا حکم	۸	۶۰	۳۱
۲۱	اگر کفار و مشرکین صلح کیلئے پہل کریں تو آپ بھی صلح کر لیں	۸	۶۱	۳۳
۲۲	اگر دھوکہ دینا چاہیں گے تو اللہ آپ کو ان کے شر سے بچالے گا	۸	۶۲	۳۳
۲۳	مسلمانوں کے درمیان اُلفت اللہ کا بہت بڑا انعام ہے	۸	۶۳	۳۳
۲۴	ایماندار بندوں کا تعاون تو کل علی اللہ کے خلاف نہیں	۸	۶۴	۳۵
۲۵	ایک سو مومنین ایک ہزار کفار پر غالب ہیں	۸	۶۵	۳۷
۲۶	حکم میں تخفیف کے بعد ایک سو مومنین دو سو کفار پر غالب ہیں	۸	۶۶	۳۸
۲۷	فتح جنگ کے بعد کے معاملات	۸	۶۷	۴۰
۲۸	اگر مال غنیمت حلال نہ ہوتا تو مال باعث عذاب ہوتا	۸	۶۸	۴۰
۲۹	مال غنیمت حلال اور پاک ہے	۸	۶۹	۴۰
۳۰	جنگی قیدیوں کو دائرۃ اسلام میں داخل ہونے کی تلقین	۸	۷۰	۴۲
۳۱	محبوب! اگر دھوکہ دہی کیلئے کلمہ پڑھیں تو پریشان نہ ہوں	۸	۷۱	۴۲
۳۲	مہاجرین کے ساتھ انصار کی ہمدردیوں اور وفاداریوں کا ذکر	۸	۷۲	۴۴
۳۳	مسلمانوں کا آپس میں کفار کے خلاف متحد نہ ہونا فتنہ و فساد ہے	۸	۷۳	۴۶
۳۴	مہاجرین و انصار کیلئے بخشش اور انعامات کا ذکر	۸	۷۴	۴۶

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	بعد میں ایمان لا کر ہجرت کر نیوالے بھی آپ کے ساتھی ہیں	۸	۷۵	۴۷
۳۶	سورة توبہ	۹		۴۹
۳۷	مشرکوں سے اللہ اور اس کے رسول کی بیزاری کا اعلان	۹	۱	۵۰
۳۸	اللہ تعالیٰ کفار کو رسوا کرنے والا ہے	۹	۲	۵۰
۳۹	اگر کفار و مشرکین توبہ کر لیں تو ان کیلئے بہتری ہے	۹	۳	۵۲
۴۰	اگر کفار وعدہ خلافی نہ کریں تو آپ بھی وعدہ کو نبھائیں	۹	۴	۵۴
۴۱	حرمت والے مہینوں کے بعد کفار کو جہاں پاؤ قتل کر دو	۹	۵	۵۵
۴۲	اگر توبہ کر لیں اور نماز و زکوٰۃ کا خیال رکھیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو	۹	۵	۵۵
۴۳	اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو	۹	۶	۵۷
۴۴	اگر کفار عہد توڑنے میں پہل کریں تو آپ بھی پاسداری نہ کریں	۹	۷	۵۸
۴۵	کفار و مشرکین زبان کے میٹھے لیکن دل سے تمہارے دشمن ہیں	۹	۸	۵۹
۴۶	وہ اللہ کی آیات کو تھوڑی قیمت کے عوض بدل دیتے ہیں	۹	۹	۶۰
۴۷	کفار و مشرکین کی سنگ دلی کا ذکر	۹	۱۰	۶۱
۴۸	اگر یہ توبہ کر لیں تو تمہارے بھائی ہیں	۹	۱۱	۶۱
۴۹	اگر یہ عہد توڑیں اور اسلام پر طعن کریں تو ان سے جنگ کرو	۹	۱۲	۶۳
۵۰	مومنوں کو کفار کی بجائے اللہ سے ڈرنا چاہئے	۹	۱۳	۶۳
۵۱	اللہ تعالیٰ مومنوں کے ہاتھوں کفار کو عذاب دے گا	۹	۱۴	۶۵
۵۲	اللہ تعالیٰ مومنوں سے غصہ کو دور کر دے گا	۹	۱۵	۶۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	جہاد سے جی چرانے والے منافقین ہیں	۹	۱۶	۶۶
۵۴	اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنے مشرکین کا حق نہیں	۹	۱۷	۶۸
۵۵	مساجد کی آباد کاری مومنین کا شیوہ ہے	۹	۱۸	۶۸
۵۶	کفار مسجد حرام کی خدمت کر کے مومنین کے برابر نہیں ہو سکتے	۹	۱۹	۷۰
۵۷	مہاجرین و مجاہدین کے اللہ کے ہاں بلند درجے ہیں	۹	۲۰	۷۱
۵۸	ان کیلئے رب کی طرف سے رحمت، رضامندی اور جنت کی خوشخبری	۹	۲۱	۷۱
۵۹	ان کیلئے انعامات کی بیشگی کا اعلان	۹	۲۲	۷۱
۶۰	اگر تمہارے باپ دادا بھائی کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو دوستی نہ کرو	۹	۲۳	۷۳
۶۱	اگر تمہارے مال، اولاد، باپ دادا اللہ اس کے رسول سے			
۶۲	زیادہ محبوب ہوں تو اللہ کی طرف سے عذاب کا انتظار کرو	۹	۲۴	۷۴
۶۳	جنگ میں مسلمانوں کا اپنی کثرت پر اترانا نقصان دہ ثابت ہوا	۹	۲۵	۷۵
۶۴	اللہ نے اپنے رسول اور لشکر پر تسکین نازل فرمائی	۹	۲۶	۷۸
۶۵	اللہ جسے چاہے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے	۹	۲۷	۷۸
۶۶	مشرکین کو حج کرنے سے روک دیا گیا	۹	۲۸	۸۰
۶۷	اللہ اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والوں سے لڑنے کا حکم	۹	۲۹	۸۱
۶۸	یہودیوں نے عزیز اور عیسائیوں نے مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا کہا	۹	۳۰	۸۳
۶۹	انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر پادریوں، راہبوں اور مسیح کو خدا بنا لیا	۹	۳۱	۸۵
۷۰	وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں جو ممکن نہیں	۹	۳۲	۸۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	اللہ اپنے رسول کو دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجتا ہے	۹	۳۳	۸۶
۷۲	ناحق مال کھانے اور سونا چاندی جمع کر نیوالوں کیلئے دردناک عذاب	۹	۳۴	۸۹
۷۳	یہی سونا چاندی ان کیلئے عذاب بن جائے گا	۹	۳۵	۹۰
۷۴	اللہ نے سال کے بارہ مہینوں کا تعین فرمایا	۹	۳۶	۹۲
۷۵	حرمت والے چار مہینوں کا تذکرہ	۹	۳۶	۹۲
۷۶	حرمت والے مہینوں میں تغیر و تبدل کفار کا گمراہ کن کام ہے	۹	۳۷	۹۴
۷۷	مومنوں کو جہاد کی طرف آمادہ کرنے کا انداز	۹	۳۸	۹۵
۷۸	اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نہ نکلنا عذاب کا سبب ہے	۹	۳۹	۹۵
۷۹	ہجرت کے وقت غار ثور میں حضور ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کے قیام کا تذکرہ	۹	۴۰	۹۷
۸۰	دین کی حفاظت کیلئے اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرو	۹	۴۱	۱۰۱
۸۱	جہاد پر جانے کیلئے منافقین کی بہانہ خوریوں کا ذکر	۹	۴۲	۱۰۳
۸۲	منافقین کو غزوہ تبوک میں نہ جانے کی اجازت دینے پر جواب طلبی کا انداز	۹	۴۳	۱۰۴
۸۳	سچے ایماندار کبھی بھی آپ سے جہاد میں نہ جانے کی اجازت نہیں لیں گے	۹	۴۴	۱۰۴
۸۴	منافقین ہی جہاد میں نہ جانے کے حیلے بہانے بناتے ہیں	۹	۴۵	۱۰۶
۸۵	اللہ کو منافقین کا جہاد میں نکلنا ناپسند تھا اسی لئے بزدل ہو گئے	۹	۴۶	۱۰۶
۸۶	اگر وہ تمہارے ساتھ جہاد میں چلے جاتے تو فتنہ و فساد کا سبب بنتے	۹	۴۷	۱۰۸
۸۷	اس سے پہلے بھی منافقین نے فتنہ پھیلانے کی کوشش کی	۹	۴۸	۱۰۸
۸۸	منافقین کے مذاق و تمسخر کا ذکر	۹	۴۹	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	مومنوں کو بھلائی پہنچنے پر غم اور مصیبت پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں	۹	۵۰	۱۱۱
۹۰	مومنوں کو اللہ کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کر سکتا	۹	۵۱	۱۱۱
۹۱	جس چیز پر وہ خوشی مناتے ہیں وہ مصیبت نہیں اللہ کی رحمت ہے	۹	۵۲	۱۱۳
۹۲	منافقین کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا قبول نہ کیا جائے گا	۹	۵۳	۱۱۳
۹۳	قبول نہ ہونے کی وجہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر ہے	۹	۵۴	۱۱۵
۹۴	منافقین اپنے مال کے سبب دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا ہونگے	۹	۵۵	۱۱۵
۹۵	منافقین آپ سے ڈرتے ہوئے قسمیں کھاتے ہیں	۹	۵۶	۱۱۷
۹۶	منافقین جان بچانے کیلئے پناہ ڈھونڈتے ہیں	۹	۵۷	۱۱۷
۹۷	حضور ﷺ پر طعن و تشنیع منافقین کا مشغلہ تھا	۹	۵۸	۱۱۹
۹۸	حسب منشاء مال ملنے پر خوش ہو جاتے ہیں	۹	۵۹	۱۱۹
۹۹	زکوٰۃ کے مصارف	۹	۶۰	۱۲۱
۱۰۰	منافقین کے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات	۹	۶۱	۱۲۳
۱۰۱	ایمانداروں کو یقین دلانے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں	۹	۶۲	۱۲۵
۱۰۲	اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت جہنم کی آگ ہے	۹	۶۳	۱۲۵
۱۰۳	منافقین کو اپنے بارے میں قرآنی آیات کے اترنے کا بھی ڈر ہے	۹	۶۴	۱۲۷
۱۰۴	منافقین اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے ہیں	۹	۶۵	۱۲۷
۱۰۵	منافقین بکے کافر ہیں	۹	۶۶	۱۲۷
۱۰۶	منافق مرد اور منافق عورتوں کے برے کردار کا ذکر	۹	۶۷	۱۲۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	ان کا انجام کار جہنم ہے	۹	۶۸	۱۲۹
۱۰۸	ان کا کردار بھی پہلے منافقین کی طرح ہی ہے	۹	۶۹	۱۳۱
۱۰۹	منافقین و کفار کو تنبیہ کا ایک انداز	۹	۷۰	۱۳۳
۱۱۰	مومن مرد اور مومن عورتوں کی صفات	۹	۷۱	۱۳۴
۱۱۱	مومن مرد اور مومن عورتوں کا ٹھکانا جنت ہے	۹	۷۲	۱۳۶
۱۱۲	کفار و منافقین سے جہاد کرنے کا حکم	۹	۷۳	۱۳۷
۱۱۳	منافقین کہی ہوئی باتوں کے انکار میں جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں	۹	۷۴	۱۳۹
۱۱۴	کنجوسی اور وعدہ خلافی منافقین کی عادات سے ہے	۹	۷۵، ۷۶	۱۴۱
۱۱۵	منافقین برے اعمال کی وجہ سے قیامت تک منافق ہی رہیں گے	۹	۷۷	۱۴۲
۱۱۶	اللہ دل کے رازوں اور سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے	۹	۷۸	۱۴۲
۱۱۷	ایمانداروں پر طعنہ زنی کرنیوالوں کا انجام دردناک عذاب ہے	۹	۷۹	۱۴۴
۱۱۸	منافقین کی معافی کسی بھی صورت ممکن نہیں	۹	۸۰	۱۴۶
۱۱۹	جہاد میں پیچھے رہ جانا منافقوں کی فبیح حرکت ہے	۹	۸۱	۱۴۷
۱۲۰	منافقین ہنسیں گے کم اور روئیں گے زیادہ	۹	۸۲	۱۴۷
۱۲۱	منافقین کو جہاد میں شامل نہیں کیا جائے گا	۹	۸۳	۱۴۹
۱۲۲	منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم	۹	۸۴	۱۵۰
۱۲۳	مشرکین و منافقین کے ہاں مال کی فراوانی دھوکہ ہے	۹	۸۵	۱۵۲
۱۲۴	منافقین حکم عدولی میں ہمیشہ آگے رہتے ہیں	۹	۸۶	۱۵۳

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲۵	ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے	۹	۸۷	۱۵۳
۱۲۶	جہاد میں شامل ہونیوالے مجاہدین کا ذکر خیر	۹	۸۸	۱۵۴
۱۲۷	ان کا ٹھکانا جنت ہے	۹	۸۹	۱۵۴
۱۲۸	محض سُستی کی بناء پر جہاد میں نہ جانیا لوں کا ذکر	۹	۹۰	۱۵۵
۱۲۹	ضعیفوں اور بیماروں کو جہاد میں نہ جانے کی اجازت	۹	۹۱	۱۵۶
۱۳۰	سواری سے محروم افراد کیلئے بھی رخصت کا اعلان	۹	۹۲	۱۵۸
۱۳۱	محض بہانہ خوری کی وجہ سے نہ جانے پر عتاب ہے	۹	۹۳	۱۵۹

(ایمان والو!) جان لو تم جتنا بھی مال غنیمت حاصل کرو بے شک اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کیلئے ہے اور رسول کیلئے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کیلئے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن نازل کی جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۴۱)

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ
فَآتَ اللَّهُ حُسْهٖ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ
السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ أَمَنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا
أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ
التَّلَاقِ الْجُمُعِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ﴿٤١﴾

صَلَّى
الْعِظِيمِ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مقدسہ میں جہاد کا حکم تھا اُن سے اس حد تک لڑو کہ کفر کا غلبہ نہ رہے اور پورا دین صرف اللہ کیلئے ہو جائے۔ اب اس آیہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے جہاد میں فتح و نصرت ہو جائے تو میدان جنگ سے کفار کا مال جس قدر ہاتھ آئے وہ ”مال غنیمت“ ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اس مال غنیمت کا ذکر فرمایا گیا ہے، کفار کا وہ مال جو لڑائی کے بغیر مل جائے وہ ”مال فنی“ کہلاتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں مال غنیمت کی تقسیم کا ارشاد فرمایا گیا کہ پانچواں حصہ الگ کر لیا جائے اور باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم کر دئے جائیں گے۔ پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کیلئے وہ کعبہ پر خرچ کیا جائے، دوسرا حصہ حضور ﷺ کی ذات گرامی کیلئے، وہ آپ اپنی ضرورت پر خرچ کریں، اہل و عیال پر خرچ کریں تیسرا حصہ حضور ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کا ہے وہ بنی ہاشم ہیں یہ حصہ بنی ہاشم کے امیر غریب مرد و عورت سب کو ملے گا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل بیت کرام کو دوسروں سے زیادہ حصہ دیتے تھے۔ اگر اہل بیت میں کوئی زیادہ ضرورت مند ہوتا تو اُس کو اور زیادہ دے دیتے تھے۔ یتیم، مسکین، مسافر بھی مال غنیمت کے خمس کے مصرف ہیں۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے مال غنیمت کے بارہ میں جو تمہیں احکام دئے گئے ہیں اگر تم دولت ایمان سے منور ہو تو تمہیں ان احکام پر عمل کرنا ہوگا۔ مال غنیمت میں اس فیصلہ سے ہٹ کر تقسیم کرنے والے یہ سمجھ لیں کہ وہ ایمان کی کامل لذت سے آشنا نہیں خدائے قدوس کے اس حکم کی تعمیل کرنے والے لوگوں نے حق ادا کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جو چیز بھی مال غنیمت میں ملے اُسے اپنے قائد، امام کے سپرد کر دیں وہ سوئی یا دھاگہ کیوں نہ ہو اور خیانت سے روک دیا گیا کہ خیانت دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے۔ ربّ قدوس جل مجدہ نے مسلمانوں کو ضابطہ تقسیم کا یہ عنوان دے کر بتایا ہے کہ مال غنیمت تم پر حلال کر دیا گیا ہے مگر تقسیم کے اس ضابطہ کو پیش نظر رکھنا ہوگا ورنہ وہ مال جہنم کا باعث بن جائے گا۔

آیہ مبارکہ میں پانچویں حصہ کی تقسیم کا ذکر فرما دیا گیا ہے باقی چار حصوں کا ذکر نہیں۔ اس سوال کا جواب ارشاد خداوندی ”ما غنمتم“ سے واضح ہو رہا ہے کہ باقی سارا مال حاصل کرنے والوں کا حق ہے وہ مجاہدین ہیں غانمین ہیں۔ خمس کے مصارف میں پانچ ناموں کا ذکر فرمایا گیا، رسول اللہ (ﷺ)، ذوی القربی، یتیم، مسکین، مسافران میں تقسیم کار کی یہ صورت نہیں کہ سب کو یکساں برابر دیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اس میں پورا تصرف حضور ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ اپنی صوابدید کے مطابق ان پانچ قسموں میں خمس کو تقسیم فرمائیں۔ جمہور آئمہ محققین کے نزدیک ہے، یہ لازم نہ تھا کہ حضور ﷺ سب کو برابر تقسیم فرمائیں صرف اتنا ضروری تھا کہ خمس کو ان پانچ قسموں میں تقسیم فرمائیں۔

پانچ قسمیں عملاً الگ الگ نہیں بلکہ باہم مشترک بھی ہو سکتی ہیں مثلاً جو شخص ذوی القربی ہیں وہ یتیم بھی ہو سکتا ہے، مسکین مسافر بھی ہیں ایسے ہی مسکین مسافر و یتیم بھی ہو سکتے ہیں اگر ان قسموں میں الگ الگ تقسیم کرنا مقصد ہوتا تو قسمیں ایسی ہونی چاہئے تھیں کہ ایک قسم کا آدمی دوسری قسم میں داخل نہ ہو۔ جمہور آئمہ کے نزدیک خمس غنیمت میں جو حصہ رسول اللہ ﷺ کا رکھا گیا تھا وہ ایسا ہی تھا جیسے آپ کو وہ حق دیا گیا تھا کہ پورے مال غنیمت سے اپنے لئے جو چاہیں انتخاب فرمائیں اور خمس غنیمت سے آپ ﷺ اپنا اور

اپنے اہل و عیال کا نفقہ ادا فرماتے تھے۔

آیہ مبارکہ میں ”یوم فرقان“ کا ذکر فرمایا گیا، ”فیصلہ کا دن“ اس دن سے مراد بدر کا دن ہے جس دن حق و باطل کا واضح اظہار ہو گیا، غلط فہمیاں اور شبہات دور ہو گئے مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست واضح ہو جانے پر یہ دن حق و باطل کا فرق کرنے والا ثابت ہوا۔ یوم بدر حضور ﷺ کی صداقت کی زبردست دلیل ہے کہ آپ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری سنا دی تھی جبکہ ظاہری طور پر مسلمانوں کیلئے فتح کے آثار نہ تھے۔ ایک ہزار مسلح لشکر سے ۳۱۳ غیر مسلح کا مقابلہ عقل و فکر سے دور ہے مگر ۳۱۳ کی فتح عظیم فتح ہوگی یہ صداقت اسلام کی دلیل ہے اور حضور ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: جب غزوہ بدر کی کامیابی کے بعد تقسیم غنیمت کا وقت آیا تو کچھ اختلاف پیدا ہو گیا کیونکہ اس سے پہلے کبھی مال غنیمت تقسیم ہوا ہی نہیں تھا۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام دینوں میں یہ معمول رہا کہ مال غنیمت پہاڑ پر رکھ دیا جاتا اگر خیانت نہ ہوتی تو سفید رنگ کی غیبی آگ آتی اور اُسے جلا ڈالتی یہ قبولیت کی نشانی تھی بدر میں پہلا موقع تھا کہ مال غازیوں میں تقسیم ہوا۔ اس موضوع پر باتیں ہوئیں تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر روح البیان)

اس میں بدر کے غازیوں کو بتایا گیا ہے کہ مال غنیمت جو بھی حاصل ہو اس کے پانچ حصے کرو ایک اللہ کے نام کا باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم کریں۔ اللہ کے نام کے حصے کے پانچ حصے کئے جائیں ایک حصہ حضور ﷺ کا ہے جسے وہ اپنی ذات پر، گھر والوں پر جیسے چاہیں صرف کریں، دوسرا حصہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ تیسرا حصہ عام یتیموں کا چوتھا حصہ عام مسکینوں کا اور پانچواں حصہ مسافروں کا۔ صحابہ سے حکم دیا گیا اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور بدر میں فرشتوں کے نزول کو بھی مانتے ہو تو تم اس پر عمل کرو بدر کا دن حق و باطل کے فیصلہ کا دن ہے۔ اس دن دو جماعتیں بڑی تھیں اللہ کے مومنوں کو فتح دی وہ بڑی قدرت والا ہے۔ ۳۱۳ نہتے کمزور، غیر مسلح فوجیوں نے ایک ہزار مسلح کفار کو تہ تیغ کیا دو کمسن بچوں نے ابو جہل کے

غور کو خاک میں ملا دیا۔ مقتول کافر کا مال غازی کو ملے گا اگر چند مسلمان دارالحرب سے مال چھین کر لے آئیں تو وہ مال غنیمت نہیں کہلائے گا اس میں تقسیم نہیں ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوَّةِ الدِّیْنِ اَوْتُمْ
 بِالْعُدُوَّةِ الْقُصُوی وَالرَّكْبِ اَسْفَلَ
 مِنْكُمْ وَكُتُوْا عِدَّتُمْ لَا اَخْتَلَفْتُمْ فِی
 الْبَیْعَةِ وَلَکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ
 مَفْعُوْلًا لِّیَهْلَکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ
 بَیِّنَةٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ
 وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ
 ﷺ
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

جب تم قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور تجارتی قافلہ تم سے چلی جانب تھا اور اگر تم جنگ کا وقت مقرر کرتے تو وعدہ پر پہنچنے میں تم میں اختلاف ہو جاتا لیکن یہ اس لئے ہوا کہ اللہ کام پورا کر دے جو اس کے علم میں کیا ہوا تھا تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے اور بیشک اللہ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے (۴۲)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں میدان بدر میں لڑنے والی دو جماعتوں کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے دونوں گروہوں کے مقامات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ایمانداروں کے قیام کی جگہ کیسی تھی اور کفار کے قیام کی جگہ کیسی۔ مسلمانوں کو بدر کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پاس جنگ کا سامان نہیں تھا میدان فتح کرنے کا تصور بھی نہ تھا کفار کو فتح کے اسباب حاصل تھے تمہارے قیام کی جگہ ریتلی تھی، پاؤں دھنس جاتے تھے چلنا دشوار تھا پانی نہ تھا کفار کی سمت والی زمین سخت تھی چلنا پھرنا آسان تھا پانی بکثرت موجود تھا۔ مسلمانوں سے بتایا جا رہا ہے یہ جنگ اچانک ہو گئی اگر پہلے سے منصوبہ ہوتا، تیاری ہوتی تو تم جنگ میں آنے کیلئے ہمت نہ کرتے۔ رب قدوس نے تمہیں اچانک دشمن سے

لڑا دیا تاکہ قدرت کی طرف سے تم پر کرم کا ظہور ہو جائے ایسے حالات میں تمہاری فتح دشمن کی شکست ہے اسلام کے سچا ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اب حقیقت واضح ہو جانے کے بعد جو کفر پر رہے گا وہ محض اس کی ہٹ دھرمی ہوگی ورنہ حق تو واضح ہو گیا اسلام کو فتح نصیب ہوئی کفر مار کھا گیا نظام ایسا بدلا کہ غزوہ سے پہلے بارش ہو گئی ایمانداروں نے حوض بھرنے زمین کی تہہ جم گئی چلنا آسان ہو گیا کفار کی طرف پھسلن ہو گئی ابو جہل کا غرور ٹوٹ گیا حضور ﷺ کے دو چھوٹے چھوٹے غلاموں کے ہاتھوں مارا گیا۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے غزوہ بدر اللہ کو محبوب ہے بدر میں شامل صحابہ کا مقام دوسرے صحابہ سے آگے ہے، اس آیہ مبارکہ میں غزوہ بدر کے محاذ جنگ کا نقشہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان ”عدویٰ دنیا“ کے پاس تھے اور کفار ”عدویٰ قصویٰ“ کے پاس تھے مسلمانوں کا مقام میدان کے اس کنارہ پر تھا جو مدینہ سے قریب تھا اور کفار دوسرے کنارے پر تھے جو مدینہ سے بعید تھا۔ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جس کی وجہ سے جنگ کا آغاز ہوا وہ مکہ سے آنے والے لشکر کے قریب تھا اور مسلمانوں کی زد سے باہر ہو چکا تھا اس نقشہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان جنگی اعتبار سے غلط جگہ پر تھے جہاں سے دشمن پر قابو پانے کا امکان ہی نہ تھا اور کہیں سے کمک ملنے کا بھی امکان نہ تھا۔ ۳۱۳ کا ایک ہزار سے مقابلہ میں ڈٹ جانا یہ اللہ کا فضل تھا۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں ارشاد ہے ”یہلک من ہلک یحییٰ من حی“ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہو جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔ اس آیہ مبارکہ میں واضح اشارہ ملتا کہ کافر زندہ رہ کر بھی مُردہ ہے اور مومن مر کر بھی زندہ ہے۔ آیہ مبارکہ کے ارشاد ”عن بینہ“ سے فرمایا گیا ہے میدان بدر کی فتح حضور ﷺ کی صداقت کی بڑی دلیل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَايِكٍ قَلِيلًا
وَلَوْ أَنكُم كَثِيرًا لَفُشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ
فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ
عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَإِذْ يُرِيكُمُ
هُم إِذِ التَّقِيْتُمْ فِي آعْيُنِكُمْ قَلِيلًا
يُقَلِّلُكُمْ فِي آعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ
أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ
الْأُمُورُ ۝

صَلَّى
الْعِظَمِ

(اے محبوب) یاد کرو جب اللہ آپ کو خواب میں
کافروں کو تھوڑا دکھا رہا تھا اور اگر آپ کو ان کی
زیادہ تعداد دکھاتا تو (اے مسلمانوں) تم ہمت
ہار جاتے اور تم آپس میں اختلاف کرتے لیکن
اللہ تعالیٰ نے تم کو محفوظ رکھا بیشک وہ سینوں کے
علوم کو جاننے والا ہے (۴۳) اور یاد کرو جب
مقابلہ کے وقت تمہیں کفار کی تعداد کم دکھائی اور
تمہاری تعداد بھی ان کو کم دکھائی تاکہ اللہ کام پورا کر
دے جو اس کے نزدیک کیا ہوا ہے اور اللہ ہی کی
طرف تمام معاملات لوٹائے جاتے ہیں (۴۴)

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں ذکر تھا کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل کا ظہور تھا اس آیت مبارکہ میں
اس فضل و کرم کی نوعیت بیان کی جا رہی ہے کہ ہم نے کفار کی بڑی تعداد کو مسلمانوں کی نظر میں تھوڑا کر کے
دکھایا کہ مسلمان حوصلہ نہ ہاریں اور ہمت سے اس تھوڑی جماعت کا مقابلہ کریں۔

حضور ﷺ کو خواب میں یہ جماعت تھوڑی دکھائی گئی حضور ﷺ نے یہ خواب دیکھ کر ایمانداروں کو
خوشخبری سنائی جس پر ایمانداروں کے دل مضبوط ہو گئے۔ نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے صحابہ کرام کو اپنی فتح
کا زبردست یقین ہو گیا جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ کے کئی معجزات کا ظہور نظر آتا ہے کفار کی بڑی
تعداد کو تھوڑا کر کے دکھایا گیا یہ بھی معجزہ ہے ایک اور معجزہ کا ظہور اس طرح ہوا کہ صف بندی کے موقع پر
صحابہ کرام کو کفار بہت تھوڑے نظر آئے۔

سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ستر (۷۰) کے قریب تھے حالانکہ ایک ہزار تھے ایک اور معجزہ اس طرح ظاہر ہوا کفار کو بھی مسلمان چند ہی نظر آئے جس پر ابو جہل نے کہا اس مٹھی بھر مسلمانوں کو لمحہ بھر میں تہس نہس کر دیا جائے گا ایک اور معجزہ کا ظہور اس طرح ہوا جب جنگ چھڑی تو کفار کو مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ دکھائی گئی جس سے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ آیہ مبارکہ میں جنگ بدر کے انعامات کو یاد دلایا جا رہا ہے۔ صحابہ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب کی خواب کے ذریعہ تمہارے حوصلے بلند کئے گئے۔

نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے اس میں کسی قسم کی کمی، کمزوری، قباحت نہیں ہوتی۔ نبی کی خواب کے وحی ہونے پر صحابہ کو یقین تھا کہ سبھی نے فتح کا یقین کر لیا تھا اور خواب کے کمزور ہونے کے بارہ میں کسی ایک نے بھی ذکر نہیں کیا۔ کفار کو جو ایماندار کم دکھائی دیئے یہ ایمانداروں پر اللہ کی رحمت تھی اور کفار پر عذاب۔ مقدار میں کفار کس قدر ہی زیادہ کیوں نہ ہوں حق کے مقابلہ میں ضعیف کمزور لاغر و دل ثابت ہوں گے، خواب کا بھی یہی معنی ہے مسلمانوں کو کفار کا کم نظر آنا اس لئے تھا کہ صحابہ ثابت قدم رہیں، ڈٹ کر مقابلہ کریں اور کامیاب ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ فَعَتْهُ
 فَاتَّبِعُوا وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ
 تُفْلِحُونَ ﴿۵﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا
 تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ
 وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۶﴾

اے ایمان والو! جب کبھی کسی فوج سے تمہارا
 مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو
 تاکہ تم کامیاب ہو (۴۵) اور اللہ اور اس کے
 رسول کا حکم مانو اور آپس میں ایک دوسرے سے
 جھگڑا مت کرو ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری
 ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر
 کرنے والوں کے ساتھ ہے (۴۶)

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کا ذکر تھا اور کفار کی شکست کا۔ اب ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کی یاد سے غافل نہ رہنا اور آپس میں جھگڑا بھی نہ کرنا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو لازم پکڑنا ہمیشہ کامیابی تمہارا ساتھ دیتی رہے گی۔ جنگی مشکلات میں صبر کا دامن بھی مضبوطی سے تھامے رکھنا یہ مقدس عمل ہی تمہاری کامیابی کا باعث ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی کیلئے تین اصول بتائے ہیں، دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہو اس عمل سے بھی تمہاری کامیابی ہوگی ہر لمحہ خدا کی یاد رکھنا، ذکر کرنا اس سے بھی تمہاری کامیابی ہوگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا یہ بھی کامیابی کیلئے اہم عمل ہے۔ پھر اسی آیہ مبارکہ میں صبر اور اتحاد کا حکم دیا کہ یہ دونوں کام تمہاری کامیابی کا باعث ہوں گے اگر خدا نخواستہ تم نے صبر نہ کیا تو پاؤں اکھڑنے کا خطرہ ہے تم آپس میں متحد نہ رہے تو شکست کا خطرہ ہے۔ حالت جنگ میں یاد خداوندی بہت ہی ضروری ہے نماز ضائع نہ ہو تلاوت کا وظیفہ جاری رہے، بارگاہ قدس سے کامیابی کی دعائیں اور التجائیں لازمی ہوں اسی کی ذات پر بھروسہ مکمل ہو۔ اور اس جنگ میں اخلاص کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے یہ جنگ کفر کے ساتھ جاری رہے صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا کیلئے دین اسلام کی سر بلندی کیلئے۔

مسلمان کفار سے جنگ کریں تو جہاد ہے اگر خدا نخواستہ دو مسلمان ممالک ایک دوسرے پر برسر پیکار ہو جائیں تو یہ اسلامی جہاد نہیں ریاستی جھگڑا ہے سیاسی ٹکراؤ ہے ملکی نفرت ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے دشمن سے جنگ کی تمنا تو نہ کرو مگر جب جنگ چھڑ جائے تو پھر ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور لڑتے رہو حتیٰ کہ اسلامی پرچم بلند ہو اور کافر دشمن ہتھیار ڈال دے یا لڑائی میں متحد رہنے کیلئے خدا کی یاد اس کی اطاعت رسول اللہ کی فرمانبرداری بہترین منصوبہ ہے جو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور تم اُن لوگوں جیسے نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوے کیلئے نکلتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُن کے سارے کام اللہ کے قبضے میں ہیں (۴۷)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
بَطْرًا وَرِثَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

بھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو ثابت قدمی، ذکرِ الہی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ذکر تھا جھگڑے سے بچنے کا ذکر تھا صبر کا حکم تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں کفار کی بد عملی ان کی اکڑ بازی لوگوں کو دکھاوے اور خدا کی راہ سے روکنے کا ذکر ہے جب کفار مکہ ابو جہل کی سرکردگی میں ابوسفیان کے قافلہ کی مدد کیلئے نکلے تو مقام جھ پر ابو جہل کو اطلاع مل گئی کہ ابوسفیان کا قافلہ بہ خیریت پہنچ گیا ہے جنگ کی ضرورت نہیں ابو جہل مغرور تھا جواب دیا ہم میدان میں اتر چکے ہیں بدر میں پہنچ کر مسلمانوں کا صفایا کریں گے کفار کے اس تکبر و غرور کو اس آیہ پاک میں بیان فرمایا گیا کہ وہ اپنے گھروں سے اکڑتے نکلے متکبر نکلے، مغرور نکلے مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے تم ابو جہل کی طرح تکبر و غرور نہ کرنا تم نے کفار کا حشر دیکھا ان کے ستر مارے گئے، ستر گرفتار ہو گئے وہ رنڈیاں فاحشہ خواتین کو جو ناچنے گانے کیلئے ساتھ لائے تھے وہ ان پر روئے زلگئیں۔ ایماندارو! تم اُن سے عبرت حاصل کرو متکبروں کا کیا حشر ہوا خدا اور رسول کے باغیوں کا انجام کیا ہوا۔ آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے تکبر و غرور تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ ہر کام اللہ کی رضا کیلئے چاہئے دکھاوے کیلئے نہیں، ریاکاری، بغاوت، سرکشی، تکبر اسلام دشمن عادات ہیں ان سے بچا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جب شیطان نے اُن کی نگاہ میں اُن کے سارے کام اچھے کر دکھائے اور کہا آج لوگوں میں سے تم پر غالب آنے والا کوئی نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تو اُنے پاؤں بھاگا اور کہا میں تم سے الگ ہوں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے (۲۸)

وَإِذْ زَيْنَ لَهْمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَأَتِ الْقِفَّتِينَ كَخَصَّ عَلَى عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ

صَلَّى
الْحَقِّمِ

تفسیر

اس آیه مبارکہ میں شیطان کی اسلام دشمنی اور کفر دہشتی کا ذکر فرمایا گیا ہے کفار مکہ جب مسلح ہو کر میدان بدر کی طرف نکلے، تکبر و غرور سے بھرے ہوئے تھے ان کفار مکہ اور بنی کنانہ کے درمیان دشمنی چلی آرہی تھی اس لشکر سے کچھ لوگوں نے کہا ہم نے غلطی کی ہے کہ سارے کے سارے مکہ سے آگئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی کنانہ پیچھے ہمارے گھروں پر دھاوا بول دیں اور سامان سارا لوٹ لیں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں چند لوگوں کی اس بات نے سارے لشکر کو ہلادیا اور پریشانی میں مبتلا کر دیا قریب تھا کہ یہ لوگ اپنے بال بچوں اور گھروں کی حفاظت کیلئے پیچھے ہٹ جائیں کفار کی اس صورت حال کو دیکھ کر ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں ایک لشکر کے ساتھ جھنڈا اٹھائے آگیا اور کہا میں بنی کنانہ کا سردار ہوں (بنی کنانہ سے ہی کفار مکہ کو ڈرتھا کہ وہ حملہ کر دیں گے) اور یہ سارا میرا لشکر ہے تم بدر میں جنگ کرنے کیلئے ایک اچھے کام پر نکلے ہو میں تمہاری مدد کیلئے آیا ہوں تم پریشان نہ ہو میں تمہارا حامی ہوں شیطان کی اس سازش سے کفار مکہ کا غرور اور بڑھ گیا حتیٰ کہ بدر کا میدان آگیا دونوں جماعتوں کی صف آرائی ہوئی تو شیطان تیزی سے نکلا اس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا، حارث نے پوچھا کہاں بھاگ رہے ہو اب نازک موقعہ پر کیوں چھوڑ رہا

ہے؟ شیطان نے کہا بس میرا کام ختم ہو گیا اب تم جانو اور مسلمان۔ اور کہا میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے یہ آسمان سے اترنے والے فرشتے تھے جو شیطان نے دیکھے اور بھاگ گیا۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ شیطان لوگوں کو انسانی شکل میں بھی گمراہ کر لیتا ہے جیسے اس موقع پر سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا اور کفار کو حوصلہ دیا۔ آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا شیطان نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے شیطان اس اقرار کے باوجود کافر رہا اس لئے کہ اس نے خدا کا تو ذکر کیا ہے رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانا۔ ایمان صرف خدا کو ماننے سے نہیں بلکہ حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے سے مکمل ہوتا ہے۔ اللہ جل مجدہ اور اُس کے پیارے رسول ﷺ سے پیار و محبت نجات ہے صرف خدا کا اقرار عذاب ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شیطان نے جو کہا ”میں خدا سے ڈرتا ہوں“ یہ اُس نے جھوٹ بولا وہ خدا سے ڈرا کرتا تو نافرمانی کیوں کرتا۔ صرف خوف ایمان اور اطاعت کے بغیر فائدہ نہیں دیتا شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کیلئے کئی داؤ چلاتا ہے کبھی وسوسے ڈال کر گمراہ کرتا ہے کبھی روپ بدل کر حق سے ہٹاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور (یاد کرو) جب منافقین اور جن لوگوں کے
دلوں میں (کفر کی) بیماری تھی یہ کہہ رہے تھے
ان لوگوں کو ان کے دین نے فریب میں مبتلا کر
دیا ہے اور جس نے اللہ پر توکل کر لیا تو بیشک اللہ
بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے (۴۹)

اَذِيقُوا الْمُنَافِقِينَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَّرَضٌ غَرْهُهُمَا لَآءٍ دِيْنُهُمْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں شیطان کی سازشوں کا ذکر تھا کہ اس نے اپنے کو بنی کنانہ کا سردار ظاہر کر کے دھوکا

دیا۔ اس آئیہ پاک میں شیطان کے پیروکار منافقین کی باتوں کا ذکر ہے۔ پہلی آئیہ مبارکہ میں کفار کے اس بھروسہ کا ذکر تھا جو انہوں نے شیطان کے بہکانے پر اس کے لاؤ لشکر پر کیا، اس آئیہ پاک میں ایمانداروں کے بھروسہ کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے رب قدوس پر کیا اور میدان میں جرأت سے لڑے، واقعہ یوں ہوا بدر کے مجاہدین میں منافق کوئی بھی شامل نہ تھا، کفار کے لشکر میں کچھ منافقین بھی شامل تھے جب انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا کہ تعداد کم ہے صرف ۳۱۳ ہیں اور قریش کی تعداد ایک ہزار ہے تو کہا شروع کرو مسلمان مار کھا جائیں گے، مسلمان ساز و سامان سے محروم ہیں قریش مکہ مسلح ہیں ان لوگوں کے دلوں میں ایمان مضبوط نہ تھا کبھی کہتے اسلام صحیح ہے کبھی کہتے قریش مکہ حق پر ہیں ابو جہل کے غرور، لشکر سامان اور فوج کو دیکھ کر کہا مسلمانوں نے غلطی کی ہے ایک بڑے لشکر سے ٹکر لے رہے ہیں خواہ مخواہ موت کے منہ میں جا رہے ہیں مسلمانوں کو بدر کا یہ عظیم واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ منافقین یہ کہتے تھے مسلمان غلطی کر رہے ہیں۔ منافقین کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو دھوکہ لگ گیا ہے کہ وہ جیت جائیں گے اب تو صورت حال یہ ہے نہ مسلمان بچیں گے نہ مدینہ کی خیر ہے۔ رب قدوس جل مجدہ نے فرمایا ہمارا قانون ہے جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کیلئے کافی ہے کہ اللہ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ ایمانداروں کو کفار کی سرکشی اور غلط باتیں یاد دلائی جا رہی ہیں کہ وہ ہمیشہ منافقین و کفار کی سازشوں کو ذہن میں رکھیں اور اللہ پر توکل کریں۔

مکہ کے کفار و منافقین نے جنگ بدر میں اپنے ساز و سامان کی کثرت پر بھروسہ کیا اور مار کھا گئے ایمانداروں نے اپنے رب قدوس پر توکل کیا کامیاب ہو گئے اللہ پر توکل بہت بڑا مضبوط ہتھیار ہے جو ہر موقعہ ہر مرحلہ ہر مشکل میں کام آتا ہے کفار و منافقین نے جو یہ فقرہ کہا ”غزوہ ہولاء دینہم“ ان کے دین نے انہیں مغرور کر دیا یہ بظاہر مسلمانوں پر ترس کھا رہے ہیں، بارگاہ قدس سے جواب ملتا ہے جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ کامیاب ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے مخاطب) اگر تو (اس منظر) کو دیکھے جب
فرشتے کافروں کو موت کے وقت ان کے
مونہوں اور پیٹھوں کو مار رہے ہیں (اور کہتے ہیں
(جلانے والے عذاب چکھو) (۵۰) یہ اس کا بدل
ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ
بندوں پر ظلم نہیں کرتا (۵۱)

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا
الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ
وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا
كَانُمْ تَكْفُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَيَكُونُ
بِظُلْمِكُمُ الْعَبِيدِ ۝

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
الْعَظِيمُ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی بے بسی کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ سراقہ بن مالک کی شکل میں ابلیس آیا اور کفار
کو دھوکہ دیا جب فرشتے دیکھے تو بھاگ گیا کفار بے یار و مددگار رہ گئے۔ اس آیہ مبارکہ میں ان کی موت کے
منظر کو فرمایا گیا ہے کہ اس وقت یہی کفار بے یار و مددگار ہوئے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے جیسے بدر میں فرشتے
ایمانداروں کے مددگار ثابت ہوئے موت کے وقت بھی ایسے ہی مددگار ہوں گے اور جیسے بدر میں فرشتے
کفار کیلئے عذاب ثابت ہوئے ایسے ہی موت کے وقت بھی کفار و منافقین کیلئے عذاب ثابت ہوں گے۔
مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے جیسے بدر میں فرشتوں نے کفار کو مارا ایسے ہی اگر تم ان کی موت کا منظر دیکھو تو
پتہ چلے گا عزرائیل اور ان کے ساتھی فرشتے کفار کو کس طرح دکھ دے رہے ہیں ان کے مونہوں اور پیٹھوں
پر طمانچے مارے جا رہے ہیں یا لوہے کے ہتھوڑے اور ساتھ ہی انہیں یہ کہتے ہیں دنیا کی مہلت ختم ہو گئی اب
اُس سرکشی اور غرور کا مزہ چکھو جو زندگی بھر کرتے رہے ہو۔

کافر اور مومن کی موت میں بہت بڑا فرق ہے کافر کی موت کا منظر تو اس آیہ کریمہ سے واضح ہے اور
مومن کی موت کو قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا ”يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ
رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً“ اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف خوش خوش جا۔ مومن کی موت کا منظر حدیث

شریف سے اس طرح ملتا ہے، عزرائیل جنت سے پھول لاتے ہیں اور مومن کو سونگھاتے ہیں اس کی روح پرواز کر جاتی ہے ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ہے کسی مومن کے پاس جنت سے خوشبودار رومال لاتے ہیں اور اس کی ناک کے قریب کرتے ہیں تو روح پرواز کر جاتی ہے ایک اور حدیث شریف میں مومن کی موت کا ذکر اس طرح ہے کسی مومن کے پاس عزرائیل اس طرح آتے ہیں کہ ان کی ہتھیلی پر خوبصورت لکھا ہوتا ہے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ عزرائیل اپنی ہتھیلی مومن کے سامنے کرتے ہیں تو وہ اپنے رب قدوس کے ناموں کو دیکھتا ہے تو روح پرواز کر جاتی ہے۔ ان روایات کو شرح الصدور میں شیخ سیوطی نے نقل کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 کَذٰٓ اِبٰلٍ فِرْعَوْنَ وَالدِّیْنَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ کَفَرُوْا بِآیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
 بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیُّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ
 ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغٰیْرًا لِّعَمَلِهٖ
 اَنْعَمَہَا عَلٰی قَوْمٍ حَتّٰی یُعٰدِیْہَا مَا
 بِاَنْفُسِہُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ
 ان کی عادت فرعون کے متبعین اور ان سے پہلے
 لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے اللہ کی آیات
 کے ساتھ کفر کیا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی
 وجہ سے انہیں پکڑ لیا بے شک اللہ بڑی قوت والا
 اور سخت عذاب والا ہے (۵۲) یہ اس لئے ہے
 کہ جب اللہ کسی کو کوئی نعمت بخشے تو اس وقت
 تک اس نعمت کو تبدیل کرنے والا نہیں جب تک
 کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں اور بے شک اللہ
 بہت سننے والا ہے بہت جاننے والا ہے (۵۳)

اللہ
 صَدَقَ
 الْعَظَمَہُ

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ محبوب! آپ کفار کی حرکات سے پریشان نہ

ہوں کفار کا ہمیشہ یہی حال رہا ہے فرعون اور اس جیسے دوسرے لوگوں کا یہی حال تھا۔ اگر ان لوگوں کا وہی حال رہا جو فرعون اور اس کے ساتھیوں کا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے سرکشی بغاوت کرتے رہے تو ہم ان کے ساتھ بھی وہی حال کریں گے جو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کا کیا۔

آیہ مبارکہ میں ایک ضابطہ بھی فرما دیا گیا جب کوئی قوم اپنی حالت بدل لیتی ہے بجائے اطاعت کے بغاوت کرتی ہے تو ہم بھی اپنا ضابطہ بدل دیتے ہیں بجائے کرم کے اُن پر غضب نازل کر دیتے ہیں، حضور ﷺ سے پیار و محبت کا انداز ہے محبوب جیسے پہلی قوموں عا و ثمود نے انبیاء کی بغاوت کی اور ان کا نام و نشان مٹ گیا ان لوگوں کا بھی یہی حال رہا تو تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے۔ میدان بدر کی رسوائی تو ان کی بربادی کا آغاز ہے۔ قبر و حشر دوزخ کی سزائیں الگ ہیں جن میں مبتلا ہوں گے اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے اور سرکشوں کو عذاب بھی دیتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں واضح فرمایا گیا کہ اللہ کی نعمتوں پر شکر اس کی رضا کا سبب بنتا ہے اور انعامات بڑھنے کا باعث بنتا ہے جبکہ ناشکری تباہی اور بربادی کر دیتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے اللہ اپنے انعامات کو نہیں بدلتا جب تک لوگ اپنی حالت نہیں بدل لیتے۔ میدان بدر میں کفار کی رسوائی کا ذکر فرمایا گیا ہے مکہ مکرمہ میں یہ لوگ خوش و خرم رہتے تھے، عزت کی زندگی گزارتے تھے، حضور ﷺ ایک عظیم نعمت کی صورت میں ان کے ہاں جلوہ گر ہوئے قرآن مقدس بہت بڑی نعمت کی شکل میں نازل ہوا مگر انہوں نے ان تمام انعامات کی قدر نہ کی بلکہ بے عزتی سے پیش آتے رہے تو خدائے قدوس نے انہیں مصیبت میں مبتلا کر دیا بدر کی ذلت آغاز ہے۔ نبی کی اطاعت اُس کا قرب اللہ کی رحمت و برکات کا سبب بنتا ہے نبی سے دشمنی خدا کے غضب کو دعوت دیتی ہے نبی کا وجود اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اس کی قدر خدا کا قرب ہے اس سے دوری خدا سے بغاوت ہے۔ آیہ مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ بدر والوں کو جو عذاب ہوا وہ ان کے ساتھ خاص نہیں پہلے سرکشوں کا بھی یہی حال ہوا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام و اکرام کو باقی رکھنے کا ضابطہ فرمایا ہے کہ ہم اپنی نعمتوں کو اس وقت تک

نہیں بدلتے جب تک لوگ اپنی حالت بدل نہیں لیتے۔ حالت کو بدلنے کا معنی یہ ہے کہ اچھے اعمال چھوڑ کر بُرے اعمال اختیار کر لیں۔ قریش مکہ اگرچہ بد عمل تھے مگر اُن کے کچھ اچھے کام اُن کے کام آتے رہے صلہ رحمی، مہمان نوازی، حجاج کی خدمت، بیت اللہ شریف کی تعظیم اللہ کا اُن پر کرم رہا، تجارت کو فروغ رہا، کاروبار میں برکت رہی مگر جب انعامات الہیہ پر شکرگزاری نہ کی بلکہ انکار کیا اور اپنے اُن اچھے کاموں کو برائیوں میں بدل لیا تو غضب الہی کے حقدار ٹھہر گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 کَذَّابٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ
 قَبْلِهِمْ کَذَّبُوا بِآیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَکْنٰهُمْ
 بِدُحُوْرِهِمْ وَاَعْرَضْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ ۙ وَکُلَّ
 کَاۡنُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝۵۳ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ
 عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَهُمْ لَا
 یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۴

جیسے آل فرعون اور اُن سے پہلوں کا (معاملہ تھا)
 انہوں نے اپنے رب کی آیات جھٹلائیں تو ہم نے
 اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور
 آل فرعون کو ڈبو دیا وہ سب ظالم تھے (۵۳) بیشک
 سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں
 جنہوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے (۵۴)

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اللہ تعالیٰ کسی سے اپنی نعمت نہیں چھینتا جب تک وہ لوگ اپنی حالت بدل نہیں لیتے۔ اس آیہ مبارکہ میں فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا گیا کہ ہم نے انہیں اس وقت ہلاک کیا، دریا میں ڈبو دیا جب انہوں نے ناشکری کی، اپنی حالت بدل لی، اس آیہ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ کفار نے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا، معجزات کا انکار کیا گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو ہم نے انہیں تباہ کر دیا۔ اس آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ کفار و مشرکین انسان ہونے کے باوجود جانوروں سے بھی بدتر ہیں کہ قیامت کے دن ان پر عذاب ہوگا اور جانور جہنم کے عذاب سے بچیں گے۔ آیہ مبارکہ کے ارشاد ”کُل کَانُوا ظَالِمِیْنَ“ وہ

سب ظالم تھے سے واضح ہو رہا ہے کافر و مشرک کسی قوم کا ہو کسی ملک کا، کفر چھوٹا ہو یا بڑا یہ لوگ سبھی کے سبھی جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ اس آیہ مبارکہ میں کفار کو جانوروں سے بھی بدتر کہا گیا ہے کہ کوئی جانور بت پرست نہیں نبی کا دشمن نہیں، کتاب کا مخالف نہیں، آخرت کا منکر نہیں۔ اس سے پہلی آیہ کریمہ میں تھا ”فَاخْذْهُمْ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ“ اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑا، وہ پکڑ کئی طرح کی ہو سکتی ہے قحط بھی، عذاب بھی، بیماری بھی، زندگی کی مشکلات بھی، کاروبار میں خسارہ بھی۔ اس آیہ پاک میں فرمایا ”فَاَهْلَكْنَاهُمْ“ انہیں ہلاک کر دیا، ان کے جرائم ہی ایسے تھے کہ ان کی سزا ہی سزائے موت تھی۔

آیہ کریمہ کے آخر میں انہیں بدترین جانور فرمایا اور زندگی میں ایمان نہ لانے کی بھی خبر دے دی کہ ایمان ان کے مقدر میں ہی نہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کو صرف کھانے پینے سونے جاگنے تک محدود کر لیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا انبیاء علیہم السلام کی دشمنی ایسا عمل ہے جو جانوروں سے بھی بدتر بنا دیتا ہے اور جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ایک جماعت تھی جس کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا وہ کفر پر ڈٹے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی اور اللہ کے علم میں وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وہ لوگ جن سے آپ نے معاہدہ کیا اور وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور وہ ڈرتے نہیں (۵۶) پس اگر آپ ان کو میدان جنگ میں پائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ پچھلے عبرت حاصل کریں (۵۷) اگر آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا ڈر ہو تو ان کا عہد برابر برابر ان کی طرف پھینک دیں بے شک اللہ عہد شکنوں کو پسند نہیں کرتا (۵۸)

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾
فَلَمَّا تَثَقَّفَتْهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرَّدَ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ ﴿٥٧﴾
وَأَمَّا اتِّخَافُكَ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٌ فَلَا يَدَّ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

ﷺ
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کو جانوروں سے بدتر فرمایا کہ جانور اپنے مالک کا چارہ کھا کر اس سے وفا کرتے ہیں مگر یہ اپنے رب قدوس کی ہزاروں نعمتیں کھا کر بھی اس سے بے وفائی کرتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں ان کی ایک اور بڑی خصلت کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ لوگ بدعہد بھی ہیں، کئے گئے عہدوں کو توڑ دیتے ہیں۔

تفسیر خازن، روح البیان نے اس آیت کریمہ کے اُترنے کا سبب اس طرح بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں یہود کے بڑے مشہور دو قبیلے تھے ایک بنی قریظہ دوسرا بنی نضیر جب حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے تو آپ نے بنی قریظہ سے معاہدہ کر لیا کہ وہ آپ کے مقابل آپ کے دشمنوں کی کسی طرح بھی مدد نہیں کریں گے مگر جب غزوہ بدر پیش آیا تو یہود نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور چھپ کر قریش کی مدد کی جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بدر میں فتح سے نوازا تو معاہدہ توڑنے والے یہود سے پوچھا گیا تم نے عہد توڑنے کی بُری حرکت کیوں کی؟ تو جواب دیا کہ ہم سے غلطی ہو گئی چنانچہ پھر دوبارہ عہد کیا اور سمجھے کہ

مسلمان حق پر ہیں مگر جب جنگ اُحد میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی تو عہد توڑ دیا یہاں تک بد عہدی کی کہ ان کا سردار کعب بن اشرف اپنے ساتھیوں کو لے کر مکہ پہنچا اور کفار مکہ کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے اُبھارا بلکہ پورے عرب سے لوگوں کو اُکسایا جس کے نتیجہ میں غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا۔ یہود کی اس بد عہدی اور فریب کو اس آئیہ پاک میں واضح فرمایا گیا حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! یہ لوگ بد عہد ہیں ان کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں یہ شرک کو ہوا دیتے ہیں پہلا معاہدہ غزوہ بدر میں توڑا دوسرا معاہدہ جنگ اُحد کے موقعہ پر توڑا اب جنگ میں انہیں ایسی مار دیں کہ ان کے پچھلے عبرت حاصل کریں چنانچہ غزوہ خندق کے بعد مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا ان کے باغات برباد کر دیئے کھیت جلادئے یہ لوگ اپنے قلعوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے آخر کار وہ قلعوں سے اُترے اور اُن کے نو جوانوں کو قتل کیا گیا۔

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلا کام جو کیا، یہ تھا کہ مہاجرین انصار کے مختلف قبیلوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا صدیوں سے آنے والے اختلافات ختم کرادیئے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ وہ یہود جو مسلمانوں کے پڑوسی بن گئے تھے ان کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا یہ ایک مکمل دستاویز تھی جس کی تفصیل ابن کثیر، ابن ہشام میں موجود ہے۔ مگر ان یہود نے عہد شکنی کی، اپنے وعدہ کی پرواہ نہ کی، غزوہ بدر میں کفار کو جنگی سامان دیا خفیہ سازشیں کیں، فتح بدر کے بعد حضور ﷺ نے اپنے جوڈو کرم کے پیش نظر دوبارہ معاہدہ کیا مگر یہ لوگ اپنی عادت سے مجبور تھے اس معاہدہ کو بھی پامال کیا یہود کی ان خباثتوں سے اسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا خود انہوں نے اپنی بد کرداری کی سزا چکھی ابو جہل کی طرح کعب بن اشرف بھی مارا گیا اور یہود مدینہ جلا وطن کئے گئے۔ ایفاء عہد ایمانداروں کا عمل ہے اور بد عہدی کفار کی عادت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

کفار اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ نکل گئے بے شک وہ (اللہ) کو عاجز نہیں کر سکتے (۵۹) (اور اے ایمان والو!) تم حسب طاقت ان کیلئے قوت اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو ان کے ساتھ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے انہیں اللہ جانتا ہے اور تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۰)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا
إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۖ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا
اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ
آخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ
اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ
لَا تَظْلَمُونَ ۖ

صَلَّى
الْعِظِيمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ وہ کفار جو تمہاری گرفت سے بچ گئے وہ بھی قابو میں آئیں گے اور عذاب سے بچ نہ سکیں گے پھر ساتھ ہی ایمانداروں کو تیاری کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، غزوہ بدر میں کفار کے تین گروپ بن گئے ایک گروہ تو وہ جو مسلمانوں کے قابو میں آ گیا ایک وہ جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تیسرا گروہ وہ جو بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا، مسلمانوں کو اس گروہ پر صدمہ پہنچا کہ وہ بھاگ جانے میں کامیاب کیوں ہو گیا یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں قابو میں آنے چاہئے تھے تو یہ حکم نازل ہوا کہ کفار یہ گمان نہ کریں کہ وہ بچ گئے ہیں وہ آخر قابو میں آئیں گے، رُسوا ہوں گے، بھاگنے والے لوگ نہ ہمیں عاجز کر سکیں گے نہ تمہیں۔ عنقریب جہاد میں یہ لوگ مارے جائیں گے یا مسلمان ہوں گے یا پھر قیدی بن جائیں گے۔

مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے ہمیشہ جنگ کیلئے تیار رہو جس قدر ہو سکے تیاری رکھو، گھوڑوں کو تیار رکھو

جنگی ساز و سامان اکٹھا رکھو اور یہ ذہن میں رکھو تم جو کچھ بھی دشمن سے جنگ کیلئے خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا۔ جہاد کی تیاری اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب تم روم فتح کر لو گے مگر جہاد سے غافل نہ ہونا دشمن سے جنگ کی تیاری کیلئے حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے جو تیر اندازی سیکھے اور پھر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں دشمن سے جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں عقبہ بن عامر سے ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا تیر کی برکت سے اللہ تین بندوں کو جنت میں لے جائے گا، خالص نیت سے تیر بنانے والا، خالص نیت سے تیر چلانے والا، تیر انداز کو مدد دینے والا۔ اس تیاری کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد اس طرح ملتا ہے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں سے قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے اس روایت کو عروہ بن معبد نے روایت کیا مسلم نے نقل کیا۔ بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے جو اچھی نیت سے گھوڑے پا لے تو قیامت کے دن گھوڑے کی لید اس کی نیکیوں کے پلڑے میں ہوگی۔ جہاد میں کام آنے والے گھوڑوں کی قسم اٹھائی گئی ہے ”والعدیات ضبحا فالمروریات قدحاً“ آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو جنگی تیاری کا حکم دیا گیا ہے تیاری کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں تیر سے جنگ ہے تو تیر کی تیاری، بم سے جنگ ہے تو بم کی تیاری، ٹینک سے جنگ ہے تو ٹینک کی تیاری، جس قسم کی جنگ اسی قسم کی تیاری کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لفظ ”قوت“ ان سب صورتوں کو شامل ہے ایٹمی قوت، لڑاکا طیارے، ٹینک، آب دوز کشتیاں۔ آیہ مبارکہ میں گھوڑوں کا ذکر خاص کر کے کیا گیا کہ اس وقت فتوحات کیلئے سب سے زیادہ مؤثر گھوڑے ہی تھے مشرکین سے جہاد کیلئے مال و جان اور زبان بھی بہترین ہتھیار ہیں۔ آیہ مبارکہ میں اس کا ذکر بھی فرمایا گیا کہ کفار سے لڑنے میں جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدل اللہ تعالیٰ دے گا آیہ مبارکہ میں ”واعدو لهم ما استطعتم“ کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے جہاد کیلئے اسلحہ سامان اور جنگ کی تیاری فرض ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اسکی طرف مائل ہوں اور اللہ پر توکل کریں بیشک وہ بہت سننے والا ہے جاننے والا ہے (۶۱) اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ آپ کو کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید فرمائی (۶۲) اور اُس نے مسلمانوں کے درمیان اُلفت پیدا کی اگر آپ تمام روئے زمین کی چیزوں کو بھی خرچ کر دیتے تو ان کے درمیان اُلفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے اُن کے درمیان اُلفت پیدا کر دی بے شک وہ بڑے غلبہ والا اور بڑی حکمت والا ہے (۶۳)

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْتَمِعْ لَهُا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۶۱
وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝۶۲ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۶۳

اللَّهُ
صَلَّى
الْعَظِيمُ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین سے جنگ لڑنے کی تیاری کرنے کا حکم فرمایا گیا اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے اگر کفار و مشرکین صلح پر آمادہ ہو جائیں تو آپ بھی صلح پر آمادگی ظاہر کر دیں مگر اس صلح کے دوران آپ کا بھروسہ، توکل اللہ تعالیٰ پر چاہئے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ ہوا، مدینہ منورہ کے یہود بنی قریظہ جنہوں نے بارہا حضور ﷺ سے صلح کی اور توڑ دی، آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے اگر کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو تمہیں بھی اجازت ہے صلح کی طرف مائل ہو جاؤ یہ نہ خیال کرنا کہ کفار دغا اور فریب دینے کیلئے صلح کر رہے ہیں اس معاملہ میں اللہ

تعالیٰ پر بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ اُن کے دلی ارادوں کو جانتا ہے وہ تمہیں اُن کے شر سے بچالے گا اگر کفار تمہیں دھوکا دینا بھی چاہیں گے تو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اے محبوب! اللہ قدرت والا ہے، جو ایمان دار آپ کے ساتھ وابستہ ہو گئے ہیں ان کے متعلق سوچیں وہ آپس میں کس قدر مخالف دشمن تھے یہ اللہ کا کرم ہوا کہ وہ سب ایک جان ہو گئے اور آپ کے معاون مددگار بن گئے یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ وہ سارے اکٹھے ہو گئے تمام لوگوں کے دل اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔

آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کفار سے صلح کرنا جائز ہے، حضور ﷺ نے حدیبیہ میں کفار سے صلح فرمائی ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ کفار پہلے صلح کی طرف مائل ہوں، مسلمان پہلے مائل ہو گئے تو کفار سے کمزوری سمجھ کر زیادہ خرابی پیدا کریں گے۔ آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو ایک عظیم حکم بھی دیا گیا ہے، حالات جیسے بھی ہوں تمہیں خدا پر توکل اور بھروسہ چاہئے اسی میں کامیابی ہوگی اور ہر حالت میں مومنین کو اللہ ہی کافی ہے۔ ایمانداروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اتفاق و اتحاد سے کام کریں، لڑیں یہ اتحادی قوت ان کی کامیابی کا باعث بنے گی، اتفاق و اتحاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کا فضل ہے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں محبت پیدا کر دی قبول اسلام سے قبل عرب جنگوں جھگڑوں میں مبتلا رہتے تھے، انتقامی کاروائیاں تیزی سے ہوتی تھیں کسی میں دوسرے کو معاف کرنے کا جذبہ ہی نہ تھا مگر جب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تو اس کی برکت سے عداوتیں ختم ہو گئیں دلوں کی سختی نرمی میں بدل گئی ایک دوسرے میں محبت و اُلفت پیدا ہو گئی اور ایک دوسرے کے مددگار و معاون بن گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم کرم تھا ایک دوسرے کے بدترین دشمن شیعہ و شکر بن گئے، دلوں میں تعصب اس حد تک تھا اگر کسی نے کسی کو تھپڑ مارا ہے تو جب تک وہ تھپڑ کا بدلہ نہ لے لیتا سکون نہ ہوتا، قبول اسلام کے بعد ان کی دنیا ہی بدل گئی کہ اسلام کی وفاداری میں باپ بیٹے کو قتل کرنے میں سعادت سمجھتا تھا۔ عبدالرحمان ابوبکر کے بیٹے جنگ بدر میں کفار کی طرف سے تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے غلاموں

میں تھے جنگ ختم ہونے کے بعد کسی مقام پر عبدالرحمان اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی، بیٹے نے باپ سے کہا آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے مگر میں نے تلوار چلائی نہیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ تو ہی تھا کہ تلوار رک گئی اگر تو میری تلوار کی زد میں آ جاتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ بیٹے عبدالرحمان نے کہا بابا اتنا غصہ! آخر میں تیرا بیٹا ہوں باپ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبدالرحمان! جو رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہے وہ میرا بھی نہیں، اسلام کے ساتھ اس قدر جذباتِ محبت بڑھ گئے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ
 اے نبی (ﷺ) آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ
 وَفِينَا أَتْبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 ایماندار جنہوں نے آپ کی اتباع کی (۶۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ اللہ پر توکل کیا جائے اسی کا بھروسہ کافی ہے اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے ایماندار بندوں کا تعاون توکل علی اللہ کے خلاف نہیں۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: اسلام کے شروع میں ابھی چند لوگ ہی اسلام لائے تھے کفار کا ظلم مسلمانوں پر حد سے بڑھ گیا حضور ﷺ نے بارگاہِ قدس میں دعا کی اے اللہ ابو جہل یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرمایا، آپ کی یہ دعا بارگاہِ قدس میں اس طرح قبول ہوئی کہ اگلے دن عمر بن خطاب اسلام لے آئے۔ آپ سے پہلے ہی کئی لوگ دائرۂ اسلام میں آچکے تھے۔ سعید بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب بھی اسلام لا چکے تھے۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ کے بعد یہ دوسری خاتون ہیں جو اسلام لائیں اسلام کی تیز رفتاری کو دیکھ کر ابو جہل جلّ بھن گیا کہ محمد تو بڑی قوت کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایک موقع پر بزرگوں کو اکٹھا کر کے اعلان کیا لوگو! محمد تمہارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں اگر کوئی غیرت مند نو جوان انہیں قتل کر دے تو میں اُسے ایک سو اُونٹ انعام دوں گا اور ساتھ ہی ایک ہزار اوقیہ چاندی بھی دوں گا۔ سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا ماموں یہ کام میں کروں

گا، ابو جہل نے خانہ کعبہ میں بڑے بت ہبل کے سامنے یہ انعام دینے کا وعدہ دہرایا۔ جناب فاروق اعظم نے تلوار لی اور دار ارقم کی طرف بڑھے کہ حضور ﷺ وہاں قیام فرما تھے وہیں عبادت ہوتی تھی، راستہ میں ایک شخص نے کہا عمر! کہاں تیاری ہے؟ کہا محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جا رہا ہوں، انہوں نے بڑا فساد پھیلا رکھا ہے، اُس شخص نے کہا عمر! پہلے اپنے گھر کا تو خیال کرو تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بھی تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ دار ارقم جانے کی بجائے بہن کے گھر آئے، دروازہ بند تھا دونوں میاں بیوی قرآن پاک کی سورہ طہ کی تلاوت کر رہے تھے آواز دی دروازہ کھلوا یا اپنی بہن سے پوچھا کیا پڑھ رہی تھیں اپنے بہنوئی سعید کو شدید پیٹا، بہن چھڑانے آئیں تو ان پر بھی سختی کی دونوں کو زخمی کر دیا۔ بہن نے کہا عمر! ہم تو مسلمان ہو گئے ہیں قرآن پڑھ رہے ہیں اب تم قتل بھی کر دو تب بھی ہم اسلام سے نہیں پھریں گے بہن کی اس بات پر فاروق اعظم کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور فرمایا وہ کاغذ لاؤ جس پر قرآن لکھا ہوا ہے۔ بہن فاطمہ نے کہا بھائی ابھی تم شرک میں ہو اُس کو چھو نہیں سکتے بہن کی اس تقریر سے فاروق اعظم کا دل پسینہ گیا، غسل کیا اور سورہ طہ کی تلاوت کی اسی حالت میں دار ارقم کی طرف گئے، تلوار ہاتھ میں ہے دروازہ پر پہنچے دروازہ کھولنے کی درخواست کی صحابہ نے دروازہ نہ کھولا کہ عمر غصے میں تلوار تھامے آیا ہے، نقصان کرے گا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جو دو چار دن پہلے ہی اسلام میں آئے تھے فرماتے ہیں دروازہ کھول دو اگر عمر اچھے ارادہ سے آیا ہے تو مرحبا اگر بُرے ارادہ سے آیا ہے تو انہیں کی تلوار سے سر قلم کر دیں گے۔ دروازہ کھلا جو نبی عمر فاروق نے محبوب پاک کو دیکھا بے خود ہو گئے حضور ﷺ نے عمر فاروق کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا عمر! کیا ارادہ ہے؟ عرض کی محبوب! قربان ہونے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور ﷺ نے کلمہ شریف پڑھایا صحابہ نے اس زور سے نعرہ بلند کیا کہ بازار میں سنا گیا پھر جبریل یہ آئیہ کریمہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی حضور اس وقت فرشتوں میں دھوم مچ گئی ہے عمر کے اسلام لانے پر خوشیاں منا رہے ہیں، اب حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ! کفار جھوٹے معبودوں کی اعلانیہ عبادت کرتے ہیں اور ہم اپنے سچے خدا کی چھپ کر

عبادت کریں؟ آج اعلانیہ طور پر خانہ کعبہ میں نماز پڑھیں گے پھر کہتے ہیں حضور قسم ہے خدا کی میں جن محافل میں کفر کا ذکر کیا کرتا تھا انہیں محافل میں خدائے وحدہ لا شریک کا چرچا کروں گا آج یہ پہلا دن تھا کہ مسلمانوں نے کعبہ میں کھلے طور پر نماز ادا کی۔ عمر فاروق کی ہیبت تھی کفار مزاحمت نہ کر سکے، تمام مفسرین فرماتے ہیں یہ آئیہ کریمہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر نازل ہوئی (خازن، روح البیان)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی واضح عظمت ظاہر ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی مدد کیلئے عمر فاروق کا انتخاب فرمایا، انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ حضور ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی انہیں یہ شرف ہے کہ ان کے اسلام قبول کرنے پر فرشتوں نے بھی خوشیاں کیں، ان کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا عمر! جس راستہ سے تم گزر رہے ہو شیطان نہیں گزرے گا، خواتین کیلئے پردہ کا حکم بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش پر نازل ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ
 عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ
 صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ وَإِنْ يَكُنْ
 مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝٦٥
 أَلَنْ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ
 أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ
 مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ

اے نبی (کریم ﷺ) ایمانداروں کو جنگ پر
 براہیختہ کیجئے اگر تم میں سے بیس صبر کرنے
 والے ہوں تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اگر تم
 میں ایک سو (صابر ہوں) تو وہ ایک ہزار
 کافروں پر غالب آجائیں گے کیونکہ وہ لوگ
 سمجھ نہیں رکھتے (۶۵) اب اللہ نے تم سے
 تخفیف کر دی ہے اُسے علم ہے کہ تم میں کمزوری
 ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے

يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُ أَلْفَيْنِ
بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۶۱﴾

اللَّهُ
صَلَّى
الْعَظِيمِ

ہوں تو وہ دو سو (کفار) پر غالب آجائیں گے
اور اگر تم میں سے ایک ہزار صبر کرنے والے
ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار (کافروں) پر
غالب آجائیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے
ساتھ ہے (۶۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا ذکر تھا کہ اس نے تمام ایمانداروں کو متحد کر دیا اور ایک دوسرے کے دل میں محبت پیدا کر دی۔ اب اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کا متحد ہونا اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اے محبوب! اس فضل الہی سے اب فائدہ اٹھائیں، ایمانداروں کو کفار کے ساتھ جہاد کی توجہ دلائیں کہ وہ مجاہد بنیں، غازی بنیں، شہید بنیں۔ اللہ کے بندوں میں یہ صفات بہت بڑی عمدہ صفات ہیں جو بندے کو خدا کے قریب کر دیتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہجرت کے بعد جب جہاد کا حکم ہوا تو پہلے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے سے دس گنا زیادہ دشمنی کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں پھر جب مسلمانوں میں قوت پیدا ہو گئی اور بعض طبیعتوں پر یہ فیصلہ گراں گزرا تو یہ آیہ نازل ہوئی کہ اللہ نے تم سے تخفیف کر دی۔

ان آیات مقدسہ میں حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے محبوب! ایمانداروں کے اتحاد سے فائدہ اٹھائیں، انہیں کفار کے ساتھ جہاد کی طرف توجہ دلائیں اگر مسلمان بیس ہوں اور کفار دو سو ہوں اور اگر مسلمان ایک سو ہوں اور کفار ایک ہزار ہوں تو میدان میں ڈٹ جائیں۔ اگر کفار مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کیلئے نہیں صرف فساد کیلئے آتے ہیں اور مسلمان اللہ اور رسول اللہ کے دین کیلئے تو ہم اس حکم کو کچھ ہلکا کر دیتے ہیں اب اپنے سے دو گنا کفار کے مقابلہ نہ ہٹنا اگر سو صابر ہوں تو دو سو کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں

ہزار صابر ہوں تو دو ہزار کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں، اللہ پر بھروسہ رکھنا وہ تمہیں مدد دے گا پہلے دس گنا کفار کے مقابلہ سے ہٹا حرام تھا اب دو گنا زیادہ کے مقابلہ سے ہٹا حرام کر دیا گیا۔ صحابہ کے جنگی کارنامے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہیں۔ غزوہ موتہ میں مسلمان صرف تین ہزار تھے اور کفار دو لاکھ، ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عجمی غزوہ یرموک اور قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار تھی اور کفار کی تعداد سات لاکھ سے بھی زیادہ مگر مسلمان اللہ کے فضل و کرم سے کامیاب رہے۔

۱۹۶۵ء میں پاکستان ہندوستان میں جو جنگ ہوئی اس میں بھی اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کا غلبہ رہا حالانکہ کفار ہر لحاظ سے زیادہ تھے، ٹینک زیادہ تھے اسلحہ زیادہ تھا مگر ہر محاذ پر اللہ نے اپنی خاص مدد سے نوازا۔ آیہ کریمہ کے آغاز میں فرمایا گیا ایمانداروں کو جنگ لڑنے کیلئے آمادہ کریں۔ اس ارشاد میں فوجیوں سے حسن سلوک، رواداری، تنخواہ کا اضافہ، رہائشی سہولتیں، بچوں کی تعلیم ایسی ساری صورتیں آ جاتی ہیں۔ غلبہ اسلام کیلئے فوج تیار کرنا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے جس پر عمل ضروری ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

کسی نبی کیلئے یہ لائق نہیں کہ اس کیلئے قیدی ہوں حتیٰ کہ زمین میں (کفار و مشرکین) کا اچھی طرح خون بہا دے تم اپنے لئے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت حکمت والا ہے بڑا غالب ہے (۶۷) اگر پہلے سے (مال غنیمت کے حلال ہونے کا) حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے بڑا عذاب ہوتا (۶۸) غنیمت سے حاصل ہوا مال کھاؤ، وہ حلال ہے پاک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد مہربان ہے (۶۹)

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُنَجِّنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُم عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

پہلی آیات میں جہاد کرنے کا حکم تھا اور کفار سے جہاد کی رغبت دلائی گئی تھی اس آیت مقدسہ میں جنگ فتح ہو جانے کے بعد کے احکام فرمائے جا رہے ہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام کے دین میں نہ تھے مثلاً قیدیوں سے فدیہ لینا، مال غنیمت کا حلال ہونا، یہ اسلام میں ہی ہے۔

تفسیر خازن، روح المعانی نے اس آیت مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بتایا ہے جنگ بدر کے فتح ہو جانے کے بعد اس غزوہ میں ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے ان قیدیوں میں بڑے بڑے قریش بھی قیدی تھے حضور ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیا جائے یہ رقم پھر کسی جنگ پر کام آئے گی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف مشورہ دیا حضور یہ لوگ ظالم ہیں آپ کو مکہ سے نکالا، ان سب کو قتل کر دیا جائے، ہر ایک کو اُس کا قریبی رشتہ دار قتل کرے ایک اور جلیل القدر صحابی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور! ان سب کو کسی ایسے جنگل میں داخل کر دیا جائے جس میں درخت سوکھے ہوئے ہوں اور پھر اس جنگل کو آگ لگا دی جائے ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے۔ حضور ﷺ نے ان تجاویز کے بعد چند منٹ خاموشی فرمائی اور پھر فرمایا ابو بکر تم ابراہیم علیہ السلام کی طرح کفار پر نرم دل ہو، عمر! تم نوح علیہ السلام کی طرح کفار پر سخت ہو، عبداللہ بن رواح! تم موسیٰ علیہ السلام کی طرح کفار پر سخت گیر ہو اس کے بعد حضور ﷺ نے ابو بکر صدیق کی رائے کو ترجیح دی اور قیدیوں سے چالیس اوقیہ سونا لے کر چھوڑ دینے کا حکم فرمادیا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا کہ اگلے غزوہ میں تم میں سے ستر (۷۰) حضرات شہید ہوں گے صحابہ نے اس فیصلہ کو بخوشی تسلیم کر لیا کہ ہمارے ستر غازی شہید ہوں اور جنتی ہوں چنانچہ اگلے غزوہ احد شریف میں حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ستر مسلمان شہید ہوئے۔ (روح البیان)

مال غنیمت کے سلسلہ میں پہلی شریعتوں میں یہ ضابطہ تھا کہ انہیں اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ تھی سارے مال کو جمع کر کے میدان میں رکھ دیا جاتا تھا، دستورِ الہی کے مطابق آسمان سے آگ آتی اور اس سارے مال کو جلا کر رکھ کر دیتی یہ علامت جہاد کے مقبول ہونے کی سمجھی جاتی تھی۔ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا ایک ارشاد اس طرح ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائیں جو پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کفار سے حاصل ہونے والا مال غنیمت کسی کیلئے حلال نہ تھا مگر میری اُمت کیلئے حلال کر دیا گیا۔ بدر میں فدیہ لینے کا فیصلہ اس بناء پر کر لیا گیا ممکن ہے یہ سارے لوگ کسی وقت مسلمان ہو جائیں یہ بھی خیال تھا کہ مسلمان مالی لحاظ سے کمزور ہیں فدیہ لینے میں جہاد کی تیاری میں مدد ہو سکتی ہے۔ آیہ مبارکہ میں فدیہ لے کر چھوڑنے پر تنبیہ بھی محسوس ہوتی ہے مگر آخر میں ”فکلومما غنمتم“ کے ارشاد سے معافی بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے نبی (ﷺ) ان قیدیوں سے کہہ دیجئے جو آپ کے قبضہ میں ہیں اگر اللہ تمہارے دلوں کی نیکی کو ظاہر فرمائے گا تو وہ تمہیں اس سے بہت زیادہ دے گا جو تم سے لیا گیا (فدیہ) اور اللہ تمہیں بخش دے گا اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے (۷۰) اور اگر یہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو وہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے تو اللہ نے ان میں سے بعض لوگوں پر آپ کو قادر کر دیا اور اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے (۷۱)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ
مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَٰعْلَمُ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ
خَيْرًا يُؤْتِيكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ
وَيَغْفِرَ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
وَإِنْ يُرِيدُوا إِخْيَا تَتَكَ فَقَدْ خَالُوا
اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اللہ
صَدِيقُ
الْعَظَمَى

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کا ذکر تھا اور اس فائدہ کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو پہنچا۔ اس آیہ مبارکہ میں اس فائدہ کا ذکر ہے جو فدیہ دینے والوں کو پہنچے گا اگر وہ ایمان لے آئیں اور حضور ﷺ سے وفاداری کریں تو انہیں اُس فدیہ سے کہیں زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے اے محبوب! اب ان قیدیوں کو خوشخبری سنا دیں اگر یہ لوگ اپنے عہد پر قائم رہے اور اسلام پر ڈٹے رہے اور جو آپ سے وعدہ کر رہے ہیں کفار کی مدد نہیں کریں گے تو ہم ان سے دو انعاموں کا وعدہ کرتے ہیں ایک انعام دنیا کا اور دوسرا انعام آخرت کا۔ دنیا میں یہ انعام ہوگا جس قدر ان سے فدیہ لیا گیا اس سے زیادہ عطا ہوگا قیامت کو یہ انعام ہوگا دنیا کے سارے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیاوی انعام تو میں نے دیکھ لیا مجھ سے بیس اوقیہ فدیہ لیا گیا تھا

مگر آج میرے پاس بیس غلام ہیں اور مجھے اللہ نے زمزم عطا فرمایا جو تمام مالوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ ایک موقع پر حضور ﷺ کے دربار میں بحرین سے مال آیا اور یہ ہزاروں درہم تھے حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور تقسیم شروع فرمادی حضرت عباس کو فرمایا اس مال سے کٹھڑی باندھ لو جس قدر اٹھا کر لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے محبوب! اگر یہ لوگ آپ سے بے وفائی کریں گے اور عہد توڑ دیں گے یہاں کلمہ پڑھ لیں اور مکہ جا کر کافر ہو جائیں اور آپ کے مقابلہ میں کفار کی مدد کریں تو محبوب آپ غم نہ کریں یہ لوگ خدا سے بھی بے وفائی کرتے رہتے ہیں، جب مصیبت میں پھنستے ہیں تو خدا سے فریاد کرتے ہیں ہمیں بچالے ہم ایمان لے آئیں گے مگر مصیبت سے نجات پاتے ہی کافر ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں ہم نے انہیں میدان بدر میں مسلمانوں کے قبضہ میں دیدیا ہے اگر پھر سے بدعہدی کریں گے ہم پھر مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیں گے۔

بدر میں قیدیوں سے فدیہ لیتے وقت حضرت عباس نے معذرت کی کہ میرے پاس مال نہیں ہے، حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا چچا وہ سونا کہاں گیا جو آتے ہوئے چچی ام فضل کو بتایا تھا کہ میں مرجاؤں تو بچوں پر خرچ کرنا۔ حضور کی یہ نگاہ نبوت حضرت عباس کے قریب ہونے کا سبب بن گئی۔ سیدنا عباس ایمان تو بدر کے موقع پر لائے مگر اعلان آپ نے فتح مکہ کے دن کیا، میدان بدر کے غازی شہید بلند مقامات حاصل کر گئے مرنے والے کفار رسوائی اور ذلت کا شکار ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے (مہاجرین) کو جگہ فراہم کی اور انکی مدد کی یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی وہ تمہارے ولی نہیں ہوں گے جب تک انہوں نے ہجرت نہ کی اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو اور تم جو بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے (۷۲)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدَا
بِأَقْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ
يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ
شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ
فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ
قَوْمِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ
بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

اللہ
صَدَقَ
الْحَقِيقَةُ

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی خیانتوں کا ذکر تھا کہ ان لوگوں نے تم سے بھی اور خدا سے بھی خیانت کی، نافرمانی کے مرتکب ہوئے اس آیہ مبارکہ میں انصار کی وفاداریوں اور ہمدردیوں کا ذکر ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا جب حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کے انصار نے شاندار مہمانی کی لاجواب خدمات انجام دیں۔ حضور ﷺ نے مکہ سے آنے والے مہاجرین اور مدینہ منورہ انصار میں بھائی چارہ قائم کیا اس مَوَاحَات بھائی چارہ کی بناء پر ان میں میراث جاری ہو گئی مہاجر کا بھائی انصاری اس کی جائیداد کا حقدار ہو جاتا اور انصاری کا بھائی مہاجر اس کی جائیداد کا حقدار ہو جاتا یہ حکم فتح مکہ تک جاری رہا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس اور جمہور مفسرین کا یہی قول ہے (خازن) اس آیہ مبارکہ کی تفصیل اس طرح ہے ایمانداروں کی تین جماعتیں ہو گئیں پہلی جماعت مہاجرین کی، دوسری جماعت انصار کی اور تیسری جماعت غیر مہاجر مومنین کی تھی۔ چنانچہ ارشاد ہوا جو ایمان لائے اور انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور اپنے دلوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ پہلی دونوں جماعتیں ایک دوسرے کی وارث ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جس مہاجر کو جس انصاری کا بھائی بنا دیا وہ ایک دوسرے کے وارث ہو گئے اگرچہ ان کا آپس میں کوئی نسبی رشتہ نہ تھا جو لوگ مکہ معظمہ میں ایمان تو لائے مگر ہجرت کی سعادت حاصل نہ کر سکے انہیں اپنے رشتہ دار مہاجر کی میراث سے کچھ نہ ملے گا کیونکہ اب میراث کی شرط ہجرت ہے اس فیصلہ سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ مہاجر جو اس کا غیر مہاجر مومنین سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر غیر مہاجر مومنین کسی کافر قوم سے جنگ کریں اور وہ تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد ضرور کرو، ہاں اگر وہ ایسی قوم سے لڑیں جن کا تم سے معاہدہ ہے کہ تم ان کے دشمنوں کو مدد نہ دو گے تو پھر غیر مہاجر مومنین کی ان کفار کے مقابلہ میں مدد نہ کرو یہ بد عہدی ہوگی ہمارے ان تمام معاملات پر عمل کرو ہم تمہارے سارے کام دیکھ رہے ہیں تمہیں ہر نیک و بد کی سزا و جزا دیں گے۔ آیہ مبارکہ سے مہاجرین انصار دونوں کی عظمت ظاہر ہے مگر مہاجرین کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کے ساتھ حضور ﷺ بھی مہاجر بنے، مہاجرین کو ایک شرف یہ بھی حاصل ہے کہ وہ انصار سے پہلے ایمان لائے مہاجرین کو ایک اعزاز یہ بھی حاصل ہے انہوں نے کفار مکہ سے بے شمار دکھ اٹھائے اور صبر کیا، اسلام کی خاطر مہاجرین نے مصائب و مشکلات کو برداشت کیا اور حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے اختیارات کا بھی واضح ذکر ہے آپ نے مہاجرین و انصاری کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیا آپ کا بنایا ہوا یہ ضابطہ قانون خداوندی بن گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور کفار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں
اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ ہوگا اور بڑا
فساد (۷۳) اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی
اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے
پناہ دی اور مدد کی وہی سچے ایماندار ہیں ان کے
واسطے بخشش ہے اور عزت کی روزی (۷۴)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي
الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفَرَةٌ وَرِزْقٌ
كَرِيمٌ ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر

ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم نے دیکھ لیا کفار آپس میں خواہ کتنے ہی دشمن ہوں مگر تمہارے
مقابلہ میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، عرب کے مشرکین اور یہودی عیسائی آپس میں ایک دوسرے کے
خلاف ہیں مگر غزوہ احزاب کے موقع پر ایک دوسرے کے دوست بن گئے اور تمہارے خلاف ہو گئے اور جو
ہم نے احکام دیئے ہیں ان پر سختی سے عمل کرو اگر تم نے کفار کو اپنا دوست بنا لیا اور کفار کے مقابلہ میں
مسلمانوں کی مدد نہ کی یا آپس میں مختلف رہے تو زمین میں بڑا فتنہ پھیلے گا کفار کی ہمتیں بڑھ جائیں گی اور وہ
مسلمانوں کی تباہی کا سبب بنیں گے ہاں وہ لوگ جو ایمان لائے اور مہاجر بنے مکہ مکرمہ چھوڑا مدینہ کی راہ
اختیار کی اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ انصار مدینہ جنہوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہ دی ان کی مدد
کی وہ لوگ کامل پختہ ایمان والے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں عزت کی روزی عطا ہوتی رہے گی۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے تمام کفار ایک ہیں اور مسلمانوں کے دشمن ہیں جب کبھی بھی پاکستان
ہندوستان کی جنگ ہوئی تو امریکہ برطانیہ کفار نے ہمیشہ ہندوستان کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو دھوکے میں
رکھا آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے مسلمانوں کے آپس میں اختلافات پریشانی کا سبب بنتے ہیں یہ

بات بھی واضح ہو رہی ہے تمام مہاجرین و انصار ایمان دار ہیں کہ رب قدوس نے ان کے متعلق فرمایا ”اولئک ہم المومنین“ یہ بھی ایماندار ہیں۔ آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کفار ایک دوسرے کے ولی ہیں دوست ہیں ”الا تفعلوه“ میں فرمایا گیا اگر تم مسلمان ایک دوسرے کے دوست نہ بنے تو زمین میں فساد پھیلے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا
 وَجَهْدًا وَمَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ
 وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى
 بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
 جانتا ہے (۷۵)

صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند طبقات دکھائی دیتے ہیں، پہلا طبقہ مہاجرین اولین۔ دوسرا طبقہ دوسری ہجرت والے۔ تیسرا طبقہ جنہوں نے دو ہجرتیں کیں پہلے یہ لوگ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئے پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ صحابہ کرام سے فرمایا جا رہا ہے اے گروہ صحابہ! جو لوگ تمہارے ساتھ ہجرت کر کے گئے اور تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ لوگ تمہارے ساتھی ہی ہیں اللہ کے حضور وہ بھی تمہارے ساتھ ہی ہیں۔

اب یہ حکم نافذ کیا جاتا ہے آپس میں رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہیں اب تک جو میراث میں جتنا حصہ جس کو دیا گیا وہ صحیح ہے اس میں اللہ کی حکمت ہے آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابی ہونے کی حیثیت سے تو ایک ہیں مگر درجات مختلف ہیں۔ آیہ مبارکہ کی تلاوت سے یہ

بھی واضح ہو رہا ہے۔ پہلا درجہ ایمان کا ہے پھر ہجرت کا پھر جہاد کا۔ آیہ مبارکہ میں ”معمکم“ کے ارشاد سے یہ بات واضح ہوتی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کی گئی عبادت و ریاضت غیر صحابی کے ساتھ عمل کرنے سے افضل ہے اہل اللہ کے ساتھ نشست و برخاست نماز کی ادائیگی یقیناً دوسرے لوگوں کی نسبت بہت اچھا عمل ہے۔

اس سورۃ انفال کی آخری آیہ کریمہ میں قانون میراث کا ایک ضابطہ فرمایا گیا ہے جن کے ذریعہ عارضی حکم منسوخ ہو گیا، جو انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کرنے کی بنا پر ہوتا تھا۔ اس آیہ کریمہ میں تقسیم میراث کا یہ ضابطہ فرمایا گیا ہے کہ تقسیم میراث رشتہ داری کے معیار پر ہونی چاہئے ”اولوالارحام“ اقربا اور رشتہ داروں کیلئے بولا جاتا ہے ان میں خاص رشتہ داروں کے حصے تو قرآن مقدس نے سورۃ نساء میں مقرر فرمادئے ہیں، اس آخری آیہ کریمہ نے تقسیم میراث کا وہ ضابطہ منسوخ کر دیا جس کی رُو سے مہاجرین و انصار میں باہمی وراثت جاری ہوتی تھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورہ توبہ

یہ سورہ پاک مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس کے سولہ رکوع ہیں ۱۲۹ آیات مبارکہ ہیں اسی سورہ پاک کے کئی نام ہیں، توبہ بھی اس کا نام ہے کہ اس سورہ میں حضرت کعب بن مالک اور اُن کے دو ساتھیوں کی توبہ کا ذکر ہے، سورہ برأت بھی اس کا نام ہے کہ اس میں مشرکین سے بیزارى اور معاہدات سے علیحدگی کا ذکر ہے، سورہ فاضحہ بھی اس کا نام ہے کہ اس سورہ نے منافقین کو رسوا کر دیا، اس سورہ میں منافقین کی ہلاکت کا ذکر ہے اس وجہ سے اسے سورہ دمدہ بھی کہتے ہیں۔

تفسیر خازن نے اس سورہ کے کئی ناموں کا ذکر کیا ہے اس سورہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سورہ کے شروع میں ”بسم اللہ“ نہیں لکھی گئی اس سورہ کے شروع میں نہ بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے کاتب وحی کو لکھنے کا حکم دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بروایت ابن عباس یہ منقول ہے سورہ براۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم امان ہے اور سورہ براۃ میں کفار کے امان اور عہد کو ختم کیا گیا ہے ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ سورہ انفال اور سورہ توبہ کے ایک ہونے کے احتمال کے سبب بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا سورہ کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی تو فرمایا حضور ﷺ نے حکم نہیں دیا تھا اور ہم پوچھ نہ سکے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سورہ توبہ میں کفار سے امان اٹھانے کیلئے اُتری اور بسم اللہ امان ہے اس لئے نہ لکھی گئی ایک وجہ یہ بھی لکھی گئی ہے جبریل علیہ السلام ہر سورہ پر بسم اللہ پڑھتے تھے اور اس پر نہ پڑھی اس لئے نہ لکھی گئی۔

اس پوری سورہ توبہ میں چند غزوات اور ان سے متعلقہ واقعات کا ذکر فرمایا گیا ہے تمام عرب کے تمام قبائل سے معاہدات کا ختم کر دینا، غزوہ تبوک غزوہ حنین اسی میں ہیں۔ یہ سورہ پاک ۹۷ھ میں نازل ہوئی غزوہ تبوک جس کا ذکر وضاحت سے فرمایا گیا وہ ذی الحجہ ۹۷ھ میں ہوا، قرطبی کہتے ہیں یہ سورہ غزوہ تبوک کے موقعہ اور اس کے بعد نازل ہوئی۔ سورہ توبہ میں اہم پہلی بات شروع سے پانچویں رکوع تک

ہے، یہ آیات ۹ھ میں نازل ہوئیں اسی سال حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر روانہ فرمایا تھا۔ ان آیات میں اس عنوان کا ذکر ہے اسی موقع پر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بھی پیچھے روانہ کیا گیا کہ عرب کے نمائندہ اجتماع میں یہ سنائیں رکوع نمبر ۶ سے ۹ تک جن آیات کا نزول ہوا ان دنوں غزوہ تبوک کی تیاری ہو رہی تھی ایمانداروں کو جہاد پر آمادہ کیا جا رہا تھا۔

تیسرا اہم حصہ رکوع نمبر ۱۰ سورہ شریف کے آخر تک ہے یہ غزوہ تبوک سے واپسی پر نازل ہوئی اس حصہ میں منافقین کی حرکات پر تنبیہ ہے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں پر تنبیہ ہے صادق الایمان لوگوں پر معافی کا اعلان ہے ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا گیا جو اپنے موقف پر مضبوط تھے، سچے تھے، مخلص تھے مگر کسی باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکے۔

بیزاری ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے
ان مشرکوں کو جن سے تمہارا وعدہ تھا (۱) اور وہ
قائم نہ رہے چار مہینے زمین میں چلو اور جان لو کہ
تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور بے شک
اللہ کفار کو رسوا کرنے والا ہے (۲)

بِرَأۡۃٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِۦٓ اِلَى
الَّذِیۡنَ عٰہَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیۡنَ
فَسِیۡمُوۡا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
وَاعْلَمُوۡا اَنَّکُمْ غَیۡرُ مُعٰجِزِی اللّٰهِ
وَ اَنَّ اللّٰهَ فَخِزِی الْکُفْرِیۡنَ ۝۵

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں حکم تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کے دوست ہیں، اس آیہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمان کفار سے الگ تھلگ ہیں۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کے قرب و جوار کے کفار سے عہد کیا کہ تم ہم سے نہ لڑو، ہم تم سے نہیں لڑیں گے نہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے نہ ایک دوسرے کے دشمن کو مدد دیں گے۔ اس عہد کے بعد ہوا یہ کہ جب حضور ﷺ تبوک تشریف لے گئے تو کفار نے مسلمانوں کے بال بچوں اور خواتین کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور لوٹ مار کا

منصوبہ بنا لیا مگر اس بُرے ارادے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے پھر تب تک جانے والے صحابہ کے بارہ میں غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا اور پریشان کن خبریں پھیلائیں تو یہ حکم نازل ہوا کہ کفار نے عہد توڑ دیا ہے مسلمانوں تم بھی توڑ دو۔ اسی ضمن میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، حضور ﷺ نے ۶ھ میں کفار سے دس سال کیلئے چند شرائط پر صلح فرمائی تھی جن میں ایک یہ تھی کہ تمہارے حلیف بنی بکر اور ہمارے حلیف بنی خزاعہ آپس میں لڑیں تو ہم دونوں غیر جانب دار رہیں گے مگر ہوا یہ کہ اگلے سال ہی بنو بکر اور بنو خزاعہ کی جنگ ہو گئی تو کفار و قریش نے اپنے حلیف پر بنی بکر کی بھرپور مدد کی اور معاہدہ توڑ دیا۔ یہ خبر بارگاہ رسالت ﷺ میں ایک شخص نے پیش کی اور درد سے آکر پیش کی تو حضور ﷺ نے بھی اپنے حلیفوں کی مدد کا وعدہ فرمایا۔

اللہ رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ان کفار کیلئے ہے جن سے مسلمانو! تم نے حدیبیہ یا کسی دوسرے موقعہ پر معاہدہ کیا تھا اور انہوں نے توڑ دیا ان سے اعلان یہ کہہ دو تم چار ماہ تک زمین میں لڑو پھر دو تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے اس مہلت سے یہ نہ سمجھ لینا کہ تم خدا کی پکڑ سے بچ جاؤ گے، تم جہاں بھی ہو گے اس کی گرفت سے بچ نہ سکو گے۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے ۹ھ میں تاریخ کومنیٰ میں حج کے موقعہ پر تمام حجاج کو یہ آیات سنا دیں اور کئی اعلان فرمائے پہلا اعلان یہ تھا اگلے سال کوئی مشرک حج نہیں کرے گا دوسرا اعلان یہ تھا کوئی ننگا طواف نہیں کرے گا تیسرا اعلان یہ تھا کہ جنت میں سوائے مومن کے کوئی نہیں جائے گا چوتھا اعلان یہ تھا کہ چار ماہ کے بعد کفار سے ہمارا کوئی عہد نہیں۔

اس آیت مبارکہ میں کئی باتیں واضح ہو رہی ہیں جس سے رسول اللہ ﷺ ناراض ہو جائیں اس سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف
سے سب لوگوں میں حج اکبر کے دن کہ بے شک
اللہ اور اس کا رسول بیزار ہیں مشرکین سے اگر تم
توبہ کر لو تمہاری بہتری ہے اگر منہ پھیر لو تو جان لو
کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور کافروں کو
دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو (۳)

وَإِذْ أَنْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ
بِرِئَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ وَرَسُولُهُ
فَإِنْ تَبَيَّنَ لَهُمْ فَهُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوا أَنَّهُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَ
بَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

اللَّهُ
عَظِيمٌ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں مشرکین سے بیزاری کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں اعلان کا ذکر ہے پچھلی آیہ کریمہ
میں بدعہدی کا ذکر تھا اب اس بدعہدی کے سبب تمام مشرکین سے بیزاری کا اعلان ہے۔ یہ اعلان سیدنا علی
المرتضیٰ نے دس ذی الحجہ کو منیٰ کے اندر تمام حجاج کے سامنے فرمایا یہ چار اعلان تھے جسے پچھلی آیہ کریمہ کی تفسیر
میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ یہ اعلان اس عظیم مجمع کی معرفت پورے عرب میں مشہور ہو گیا، پھر احتیاطاً حضرت
علی المرتضیٰ کی معرفت یمن میں خصوصاً اعلان کرایا گیا۔ یہ اعلان حضور ﷺ نے فرمایا آپ کے کسی رشتہ
دار نے، اس لئے حضرت علی سے کروایا۔ اس واقعہ میں حضرت ابوبکر کی خلافت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔
حضرت علی نے یہ حج صدیق اکبر کی قیادت میں ادا کیا تھا نماز ان کی امامت میں پڑھی تھی، صدیق اکبر کا
امام ہونا خلافت کی دلیل ہے۔

یہ اعلان تھا جس میں سارے کفار سے بیزاری تھی ان کے کفر کی وجہ سے اس کا رسول ان سے بیزار
ہے۔ اگر کفار توبہ کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو دنیا و آخرت کی بہتری ہے اللہ کفار سے بے نیاز ہے کفار توبہ
کر لیں تو دنیا و آخرت کی عظمت حاصل کر لیں گے کفار سے فرمایا گیا ہے اگر تم منہ پھیر لو اور کفر سے توبہ نہ کرو
اسلام میں داخل نہ ہو جاؤ تو جان لو تم اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکو گے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب!

تمام کفار کو عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

حج اکبر کے موقعہ پر کفار سے بیزاری کا اعلان کیا گیا کفار نے یہ حج دسویں ذی الحج کو پڑھا حالانکہ حج نو ذی الحج کو ہوتا ہے شرعی طور پر یہ حج صحیح نہ تھا مگر قرآن مقدس نے اسے حج فرمایا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کفار نے جو نکاح کئے اُن پر اسلامی احکام جاری ہو جائیں گے اور وہ اولاد انہیں کی ہوگی ملکیت وراثت کے اصول جاری ہو جائیں گے۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے جس سے رسول اللہ ناراض ہو جائیں اللہ بھی ناراض ہو جاتا ہے۔

اسے حج اکبر اس لئے فرمایا گیا کہ جمعہ کے دن ہوا تھا۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس عنوان پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اگر یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اسے حج اکبر کہا جاتا ہے اور فرماتے ہیں مخلوق کی زبان پر جو بات عام ہو جاتی ہے وہ حق کا قلم ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے، حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تمام دنوں میں افضل دن یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی نسبت ستر حج سے افضل ہے اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحیح میں علامہ نووی نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(تبیین الحقائق)

امام محمد غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں بعض سلف نے کہا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل عرفہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ ان تمام دنوں سے افضل ہے، اسی دن رسول اللہ ﷺ نے حج پڑھا تھا۔ صوفیاء نے کہا ہے کعبہ دل تک رسائی ہو تو حج اصغر ہے اور کعبہ وصال تک ہو جائے تو حج اکبر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اُن مشرکوں کے سوا جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا
پھر انہوں نے اس معاہدہ پورا کرنے میں
تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے
خلاف کسی کی مدد کی تو اُن سے ان کے معاہدہ کو
اس کی مدت تک پورا کرو بے شک اللہ متقین کو
پسند فرماتا ہے۔ (۴)

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا
عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتُوا إِلَيْهِمْ عَهْدًا
هُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِينَ ۝

اللَّهُ
عَظِيمٌ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ان مشرکین کا ذکر تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوبارہ معاہدہ کر کے
توڑ دیا تھا، اس آیہ مبارکہ میں مشرکین کے اس گروہ کا ذکر ہے جنہوں نے حضور ﷺ سے معاہدہ کیا اور پھر
نبھایا۔ تفسیر خازن نے اس آیہ کریمہ کے نزول کا سبب یہ بیان کیا ہے، بنی کنانہ کے ایک قبیلہ نے حضور ﷺ
سے معاہدہ کیا اور پوری طرح نبھایا۔ اس اعلان بیزاری کے وقت ان کے معاہدہ کے نو مہینے باقی تھے یہ آیہ
مبارکہ مشرکین کے اس گروہ کے متعلق نازل ہوئی۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ عہد توڑنے والے کفار سے
واضح کر دو کہ تمہیں صرف چار ماہ کی مہلت ہے، مسلمان ہو جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے ہاں بنی ضمرہ سے جو
تمہارا وعدہ ہے انہوں نے نہ وعدہ توڑا، نہ کسی شرط کی کمی کی، نہ تمہارے حلیفوں سے الجھاؤ کیا، نہ حلیفوں
کے مقابل ان کے دشمنوں کی مدد کی ان سے کہہ دو یہ اعلان تمہارے لئے نہیں تمہارے معاہدہ کی باقی نو مہینے
کی مدت پوری کی جائے گی۔

ایفاء عہد مومن کی بہترین شان ہے اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو پسند فرماتا ہے، عہد توڑنے والے کفار کو چار
ماہ کی مہلت دی گئی اور بنی ضمرہ کے قبیلہ کو نو ماہ کی۔ ان مدتوں کے ختم ہونے کے بعد ان دونوں گروہوں
کیلئے ایک ہی حکم ہوگا کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا

ہے مومن کیلئے وعدہ کی وفاداری کس طرح ضروری ہے اور معاہدہ کا نبھانا کتنا اہم ہے بہترین اور کامل متقی وہ ہے جس کی عبادات بھی مکمل ہوں اور معاملات بھی صحیح ہوں جن لوگوں کا خیال ہے عبادات کی تکمیل سے بندہ کامل مومن ہو جاتا ہے صحیح نہیں۔ ضروری ہے کہ عبادات کی تکمیل معاملات کا لین دین تعلقات اور حقوق کی ادائیگی بھی مکمل ہوں۔ اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو میعاد صلح کے ختم ہونے تک عہد پورا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ آیہ کریمہ کو اس پر ختم کیا گیا ہے کہ اللہ متقین کو پسند فرماتا ہے اشارہ ہے کہ معاہدہ پورا کرنے میں احتیاط سے کام لیں، عام لوگوں کی طرح اس میں حیلے بہانے اور تاویلیں نکال کر خلاف ورزی کی طرف مائل نہ ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو
مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی پاؤ اور انہیں گرفتار کر
لو اور گھیرے میں لے لو اور ہر گھات کی جگہ پر
اُن کی تاک میں بیٹھو پھر اگر یہ توبہ کر لیں نماز
قائم کر لیں زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو
بے شک اللہ غفور رحیم ہے (۵)

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَ
خُذُواهُمْ وَاحْصِرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ
كُلَّ مَرْصِدٍ لَّانْ تَأْبُوا وَ أَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں مشرکین کے دو گروہوں کا ذکر ہوا، غداروں کیلئے چار ماہ اور عہد پورا کرنے والوں کیلئے پورے ۹ ماہ مہلت ہے۔ اب اس آیہ مبارکہ میں مدت ختم ہونے کے بعد ان کی گرفت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے جب مشرکین کی مدت عہد ختم ہو جائے ایک گروہ کیلئے چار ماہ کی مہلت تھی دوسرے گروہ کیلئے ۹ ماہ کی۔ جب مشرکین کے عہد مدت ختم ہو جائیں تو تم آزاد ہو قتل کرو

انہیں قید کرو، یا ان کے مکانات کا محاصرہ کرو ان کے راستوں کی ناکہ بندی کرو، ایسے قابو کرو کہ وہ کہیں نکل نہ سکیں، ہاں اگر وہ کفر سے توبہ کر کے ایمان لے آئیں نماز پڑھنے لگیں صاحب طاقت ہیں تو زکوٰۃ دیں ان کاموں کا سرانجام دینا ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت ہو جائے گا۔

اس ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے ان کا صرف توبہ کر لینا ہی کافی نہیں، نماز پڑھنا ہوگی زکوٰۃ دینا ہوگی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ پر لشکر کشی فرمائی تو اس آیت کو دلیل فرمایا تھا مشرکوں کو تب ہی چھوڑا جائے گا جب توبہ کریں نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں۔ یہ بھی ایک موقف ہے جس نے کلمہ پڑھا اور نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت میں فرق نہ کیا سب کو فرض جانا تو قتل نہ کیا جائے گا۔

اب ان کے راستے کھول دو، گرفت مت کرو اب وہ اور تم بھائی بھائی ہو گئے ہمارا یہی فیصلہ ہے اب انہیں قیامت کو عذاب نہیں دیں گے ہم غفور و رحیم ہیں۔ آیہ مبارکہ کے عنوان سے واضح ہو رہا ہے مومن جو عہد کرے وہ پورا کرے دوسرا شخص کافر مشرک ہی کیوں نہ ہو۔ ایفاء عہد اسلام کا اہم مسئلہ ہے ہاں اگر کافر مشرک عہد توڑ دیں تو پھر مسلمانوں کو ان پر گرفت کی ہر طرح اجازت ہے۔

آیہ مبارکہ کا آغاز ”النسلخ“ سے ہوتا ہے سُلخ کا معنی جانور کی کھال اُتارنے کا آتا ہے یہ لفظ ذرہ اُتارنے کے معنی میں بھی آتا ہے یہاں پر معنی ہے جب حرمت کے مہینے گزر جائیں، امام ابو بکر رازی کے نزدیک یہ مہینے ۱۰ ذی قعدہ سے ۱۰ ربیع الاول تک ہیں یا ان مہینوں سے مراد وہ مہینے ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قتال حرام تھا۔ یہ بھی یاد رہے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں طائف کے محاصرہ کی مدت چالیس دن تھی، ابن شہاب خفاجی فرماتے ہیں حضور ﷺ نے بیس محرم تک طائف کا محاصرہ رکھا ان حوالہ جات سے پتہ چلتا ہے حضور نے حرمت والے مہینوں میں طائف پر حملہ جاری رکھا اور یہ دلیل ہے حرمت والے مہینوں میں قتال کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے اس ممانعت کے منسوخ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے محبوب!) اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے
تو اُسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اُسے امن
کی جگہ پہنچا دو اسلئے کہ وہ نادان لوگ ہیں (۶)

وَاتَّ أَحَدُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ
فَآجَرَهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْدَعَهُ
مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مشرکین کو مہلت دینے کا ذکر تھا ایک گروہ کو چار ماہ کی مہلت اور دوسرے گروہ کو ۹ ماہ کی مہلت پھر انہیں پکڑنے کا حکم تھا۔ اس آیت مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے مہلت ختم ہونے کے بعد بھی اگر وہ اسلام سیکھنے جانے کا مطالبہ کریں تو انہیں پھر بھی پناہ دے دی جائے، تبلیغ کی جائے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھیں، اٹھیں، چلیں اور کلام الہی کو سنیں تو کیا بعید وہ پھر اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! مدت، مہلت ختم ہونے کے بعد بھی آپ کو مشفقانہ انداز اُن سے وابستہ رکھنا چاہئے انہیں مطمئن ہونے تک تبلیغ کی جائے اگر اب بھی وہ مشرک تبلیغ سے متاثر نہیں ہو سکا تو اُسے قتل کرنا ضروری نہیں اپنے وطن یا کسی دوسری امن کی جگہ بھیج دیا جائے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مشرک نے سوال کیا اگر معیاد گذر جانے پر کوئی مشرک رسول اللہ کے ہاں رہنے اور کلام سننے کا ارادہ کرے تو پھر بھی آپ اُسے قتل کریں گے تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہی آیت کریمہ تلاوت کی تھی۔

آیت مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کسی اللہ کے بندے کی پناہ لینا اس کی پناہ میں رہنا جائز ہے جرم نہیں، حضور ﷺ پناہ دیتے ہیں جب حضور ﷺ کفار کو پناہ دیتے ہیں تو اپنے غلام کلمہ گو کو پناہ کیوں نہیں دیں گے۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے اگر کوئی کافر مسلمانوں سے مطالبہ کرے کہ مجھے اسلام کی صداقت دلیل سے سمجھاؤ، مسلمان پر لازم ہے اس کے مطالبہ پورا کرنے کا اہتمام کرے جب کوئی کافر اس غرض سے ہمارے پاس آئے تو اس کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اُسے تکلیف دکھ سے بچانا ضروری ہے کہ وہ

ہماری امان میں ہے ہاں وہ کافر حربی جس کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ نہیں اُسے ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دی جائے جب وہ اپنا کام کر چکے تو اُسے حفاظت کے ساتھ واپس کیا جائے جیسے آج کل ہو رہا ہے، ویزا پر آئے اور مدت ویزا ختم ہونے سے پہلے چلا جائے۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے جن مشرکین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے اگر وہ قرآن سمجھنے اور غلط فہمیاں دور کرنے شہادت مٹانے کیلئے چار ماہ گزرنے کے بعد بھی آنا چاہیں تو انہیں موقع دے دیا جائے کہ اصلاح کر لیں اگر پھر بھی اصلاح نہ ہو تو حفاظت سے واپس بھیج دیئے جائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

مشرکوں کیلئے اللہ اور اس کے رسول کے پاس عہد کیسے ہوگا مگر وہ جن سے تمہارا وعدہ مسجد حرام کے پاس ہوا جب تک وہ تمہارے لئے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اُن کیلئے قائم رہو بے شک اللہ پر ہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے (۷)

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ
وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا
لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِينَ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں عہد توڑنے کی برائی کا ذکر تھا کہ عہد کی وفادین کا ایک اہم عمل ہے اس لئے بچا جائے۔ اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے اگر کفار نے عہد توڑ دیا ہے اور اس عمل میں پہل کر لی ہے تو اب وہ عہد تمہارے لئے بھی قابل وفا نہ رہا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو ایمانداروں اور کفار کے درمیان معاہدہ ہوا تھا وہ حد و حرم شریف میں ہوا تھا جو نہایت ہی قابل احترام مقام ہے اس معاہدہ کی پاسداری بھی بہت ہی ضروری تھی۔ اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے اگر کفار اس عہد کی بے وفائی کریں اور توڑ دیں تو تم پر بھی اس کا پورا کرنا لازم نہ رہا۔ مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے مشرکین کے عہد و پیمان کا اللہ اور رسول کے نزدیک اعتبار

ہی کیسے ہو سکتا ہے وہ تو عہد توڑنے میں دیر ہی نہیں کرتے ایسے عہد کی تکمیل تمہارے ذمہ بھی نہیں رہی کہ انہوں نے عہد توڑنے میں پہل کر لی ہے ہاں جن مشرکوں (بنی ضمہ وغیرہ) سے تم نے مکہ مکرمہ کے پاس عہد کیا تھا اور انہوں نے اب تک اس کی خلاف ورزی نہیں کی تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم ہیں تم بھی قائم رہو کہ عہد کا پورا کرنا تقویٰ ہے اور وعدہ پورا کرنے والے مومنین متقی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے اگر کفار نے عہد توڑ دیا تو اب مسلمان بھی خلاف ورزی کرتے ہیں تو یہ مسلمان مجرم نہیں مجرم وہ کفار ہیں اگر کفار عہد پورا کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے وہ بھی وفا کریں ایمانداروں کے میثاق کے دن اپنے رب سے وعدہ کیا تھا جو نبھایا کفار نے وہ وعدہ بھی توڑ دیا دنیا کے وعدے کیا نبھائیں گے۔

آیہ مبارکہ میں استقامت کی عظمت کا بھی ذکر ملتا ہے کہ استقامت بہت بڑا اہم حسین عمل ہے دوسری آیہ مبارکہ میں استقامت کی عظمت کا ذکر اس طرح ملتا ہے جن لوگوں نے کہہ دیا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر پکے رہ گئے تو ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے تقویٰ اور پرہیزگاری کی عظمت بھی واضح ہو رہی ہے کہ اللہ پر ہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اُن کے عہد کا کیسے اعتبار ہو سکتا ہے جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب وہ تم پر غالب ہوں تو وہ تمہاری رشتہ داری کا لحاظ کریں اور نہ تم سے کئے گئے وعدوں کا پاس کریں وہ صرف تمہیں اپنی زبانوں سے خوش کرتے ہیں اور ان کے دل اس کے خلاف ہیں، اور اُن میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں (۸) انہوں نے تھوڑی قیمت کے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا
فِيكُمْ اِلَّا وَاَلَا ذِمَّةً يُرْضَوْنَكُم
بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ
فَسَقُونَ ۙ اِشْتَرَوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ ثَمَنًا
قَلِيْلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ اِنَّهُمْ سَاءَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۙ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الْحَقُّ

بدلے اللہ کی آیات کو بیچ دیا پھر اللہ کے راستہ سے
روکا بیشک وہ بہت برے کام کرتے ہیں (۹)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اُن مشرکین سے جہاد کریں جو اپنے وعدے توڑ بیٹھے تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں جہاد کرنے کی وجہ فرمائی گئی کہ ان لوگوں کا یہ حال اگر موقعہ پائیں تو تمہاری قطعی طور پر کسی قسم کی رعایت نہیں کریں گے اگر ان کا یہ حال ہے تو تم بھی میدان جہاد میں اُترو اور قتال کرو۔

اس ارشاد کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک موقعہ پر ابوسفیان نے تمام عرب قبیلوں کو کھانے پر جمع کیا اور ان سب کی پُر تکلف دعوت کی، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر مسلمانوں کے خلاف تقریر کی، نقائص بیان کئے اپنے خلاف مسلمانوں کی جنگوں کا ذکر کیا اور سب کفار سے کہا کہ مسلمانوں سے جتنے معاہدے کئے گئے ہیں سب کو توڑ دو اور متفق ہو کر ایسا حملہ کرو کہ مسلمانوں کا نام و نشان نہ رہ جائے یہ مسلمان تمہارے باپ داداؤں کے دین کی توہین کرتے ہیں غلط کہتے ہیں یہ آیا یہ پاک نازل ہوئی ”اشترو بایات اللہ“ کفار مسلمانوں سے جنگ کر کے یہ ثابت کر رہے تھے کہ انہوں نے دنیا کی چند روزہ زندگی کو اہمیت دی ہے اور آخرت کی عظیم نعمتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ قرآن مقدس نے ان کے اس عمل کو خریدنے سے تعبیر کیا، خریدار اچھی چیز کو خریدنا پسند کرتا ہے انہوں نے دنیا کو پسند کیا۔

ایمانداروں کو بدعہد مشرکین کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا ہے تم اُن کے قتال سے کس طرح بچو گے ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے کسی تعلق کسی رشتہ داری کا قطعی لحاظ نہ کریں اور تم سے جنگ میں مصروف ہو جائیں جب وہ تمہارے قبضہ میں ہوتے ہیں تو تمہارے ساتھ نرم میٹھی باتیں کرتے ہیں عہد کر لیتے ہیں، مگر اُن دلوں میں غصہ غیض بھرا ہوتا ہے ان کی حالت تو یہ ہے معمولی مفاد پر اللہ کی

آیات کو بیچ دیتے ہیں یعنی فرمان الہی عہد و مواعید کو توڑ دیتے ہیں یہ لوگ خود بھی اسلام کے دشمن اور لوگوں کو بھی دشمن بنانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے اگر یہ لوگ عہد کی پابندی کرتے تو کیا بعید تھا کہ انہیں قبول اسلام کی توفیق مل جاتی ان کی بے وفائی مسلمانوں سے دھوکا بہت ہی بُرا کام ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کوئی کافر کسی مسلمان کا مخلص نہیں ہو سکتا، آج ہمارے حکمرانوں کی یہ زبردست کوتاہی اور غلط فہمی ہے کہ کوئی غیر مسلم ملک پاکستان کا وفادار ہو جائے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلہ میں کسی بھی رشتہ دار، تعلق دار کی پرواہ نہ کریں اگر ماں باپ بھی خدا اور رسول کے خلاف کہیں تو انکی بات بھی کبھی نہ مانیں۔ اس آیہ مبارکہ میں کفار کی فطرت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ زبان کے میٹھے ہوں گے مگر دل کے بدترین دشمن۔ ان کے اس مکرو فریب سے بچو آیہ مبارکہ میں یہ فرمایا گیا کفار کی اکثریت بد عہد بد عمل بد کردار ہے ان سے بچو ”اکثرهم فسقون“ کی نص واضح دلیل ہے کچھ لوگ ایسے تھے جو وفا عہد چاہتے تھے مگر دوسروں کے مقابلہ میں انکی بات نہ چل سکی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

نہیں لحاظ کرتے کسی مومن کے حق میں کسی رشتہ داری کا نہ کسی وعدہ کا اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں (۱۰) اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور ہم تفصیل سے آیات بیان کرتے ہیں اس قوم کیلئے جو علم رکھتی ہے (۱۱)

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا ذِمَّةً
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝ فَإِنْ تَابُوا
وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخِوَا لَهُمْ
فِي الدِّينِ وَنَقِصِلِ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ۝

صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی سنگدلی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں سے کسی عہد و پیمان

کا احساس نہیں کرتے جو نہی انہیں موقعہ ملتا ہے جنگ و جدال میں شروع ہو جاتے ہیں اور سارے تعلقات نظر انداز کر دیتے ہیں اور کفار کا یہ انداز صرف عہد توڑنے والوں پر ہی موقوف نہیں کوئی بھی کافر کسی مومن کے ساتھ حسن سلوک کا قائل نہیں اُسے قرابت داری کا پاس نہیں یہ لوگ ہر قسم کی حد پھاند جاتے ہیں اور ایمانداروں سے قتل و غارت ان سے لوٹ مار کو اپنا بہترین مشغلہ سمجھتے ہیں اور جب کبھی کسی بھی مسلمان پر غلبہ مل گیا تو اس پر خوشیاں مناتے ہیں فخر کرتے ہیں، مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے ایسے لوگوں سے کبھی وفا کی اُمید نہ رکھنا ایسی صورت حال میں اگر اُن سے تمہاری جنگ ہو جائے تو تم مجاہد ہو گے شہید ہو گے غازی ہو گے مفسد اور فتنہ باز وہی ہوں گے جنہوں نے بے وفائی کی۔ ہاں اگر یہ لوگ گناہوں سے توبہ کر لیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے کے معتقد ہو جائیں ان احکام کو فرض جان لیں ان کاموں پر عمل کا مضبوط ارادہ کر لیں تو ان کے سارے گزرے ہوئے گناہ معاف کر دیں گے، اب وہ تمہارے دینی بھائی ہیں ایمان کے ساتھ ہیں۔ ہم علم والوں کیلئے تفصیلی احکام بیان کر دیتے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے عہد توڑنا، بے وفائی کرنا کفار کا مشغلہ ہے مسلمانوں کو ایسی حرکات سے بچنا چاہئے اور عہد و پیمان کا احسان کرنا چاہئے، یہ بھی واضح ہو رہا ہے مسلمان ہونے کیلئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں احکام فرائض کو ماننا بھی ضروری ہے، یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ کافر اسلام قبول کرے تو مسلمانوں کو چاہئے اس سے اخلاص، پیار و محبت کا معاملہ کریں کہ اب یہ دونوں ایک ہی دین پر ہو گئے ہیں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ نے واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ نماز، زکوٰۃ کے پابند ہوں اور اسلام کے خلاف کوئی کام نہ کریں تو وہ مسلمانوں کے زمرہ میں ہی شامل ہوں گے اگرچہ اُن کے دل خراب ہی کیوں نہ ہوں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اگر یہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں
اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں تو تم کفر
کے سربراہوں سے جنگ کرو بے شک ان کی
قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید کہ وہ رُک جائیں
(۱۲) کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے
جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور انہوں نے
رسول (ﷺ) کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کر لیا
اور پہلی مرتبہ جنگ کی ابتداء انہوں نے ہی کی کیا
تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ اس کا زیادہ
حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے
ہو (۱۳)

وَإِنْ تَكْثُرُوا إِيمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدٍ
هُمْ وَطَعْنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا إِنَّ سَبَّةَ
الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ
يَعْلَمُونَ ۝ أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا تَكَثُرُوا
إِيمَانَهُمْ وَهُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَتْهُمْ
فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ۝

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

تفسیر

گزشتہ آیات مبارکہ میں کفار کی توبہ کا ذکر تھا ان آیات مقدسہ میں ان کفار کا ذکر ہے جو توبہ نہ کریں
اسلام کے خلاف زباں درازی کریں ایسے لوگوں کے متعلق حکم دیا گیا ہے کہ اُن سے لڑو، اس آیت مبارکہ کے
اُترنے کا سبب یہ بنا، مکہ کے سربراہ کفار ابوسفیان، حارث، سہیل بن عمر، عکرمہ بن ابوجہل اور ان کے دیگر
ساتھیوں نے حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ میں اس قدر تنگ کیا کہ آپ ہجرت کرنے پر تیار ہو گئے۔

اس آیت مبارکہ کے اُترنے کا ایک سبب حضرت مجاہد نے اور بھی بیان کیا ہے کہ یہ آیات مبارکہ روم اور
فارس کے کفار کے متعلق نازل ہوئیں، تفسیر خازن میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس
طرح ملتی ہے کہ یہ آیات آئندہ قیامت کے قریب کفار کے متعلق نازل ہوئیں جو دجال کے معاون ہوں

گے اس آئیہ مبارکہ میں کفار کی بُری عادت عہد توڑنے کی مذمت فرمائی گئی ہے مومن کئے گئے عہد کی ایفاء کرتا ہے وعدہ کر کے توڑنا اسلامی ہدایات کے سخت خلاف ہے۔ قرآن مقدس نے ایک مقام پر عہد کا ذکر اس طرح فرمایا ہے ”ان العهد کان مسئولا“ عہد (توڑنے پر) قیامت کو جواب طلبی ہوگی۔

کفار کی دوسری قبیح حرکت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا وہ دین (اسلام) میں طعنہ زنی کرتے ہیں عیب نکالتے ہیں، اسلامی نظریات کو بُرا کہنا، اسلامی عقائد پر طنز کرنا، قرآن حکیم پر زبان درازی کرنا، حضور ﷺ کی زندگی پاک پر طعن کرنا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ان تمام جرائم سے بڑا جرم ہے باقی گناہ تو توبہ سے مٹ جائیں گے مگر حضور کے گستاخ کی سزا قتل ہے۔ اس عنوان پر میرا ایک رسالہ ہے (گستاخ رسول کی سزا قتل ہے) اس کا مطالعہ اس عنوان پر معلومات کیلئے مفید رہے گا۔

حضور ﷺ کی توہین پر امام مالک اور فقہاء حنفیہ کا یہی موقف ہے کہ اُسے قتل کیا جائے۔ روح البیان میں ہارون الرشید کے ایک غلام کا واقعہ درج ہے کسی نے کہا سبزیوں میں کدو حضور کو پسند تھا ایک نے کہا مجھے پسند نہیں، امام ابو یوسف نے ہارون الرشید سے کہا یہ کافر ہو گیا ہے توبہ کرے۔

اس آئیہ کریمہ میں بدعہد مشرکین، قسمیں توڑنے والے کفار سے جنگ کا حکم ہے مسلمانوں سے فرمایا جارہا ہے تم ایسے لوگوں سے جنگ کیوں نہیں کرتے جو بدعہدی سے اسلام قبول کر کے مرتد ہو گئے، رسول ﷺ کو تنگ کیا، نکلنے پر مجبور کیا۔ جنگ بدر میں احزاب میں پہل انہوں نے کی ایمان والو! تم پختہ مومن ہو تو خدا سے ہی ڈرو، کفار سے لڑو۔

اس آئیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے مسلمان ریاست میں رہنے والے کفار کو دین پر طعن کرنے کی اجازت نہیں ہاں کوئی اسلامی مسئلہ علمی تحقیق کیلئے بیان کریں تو جائز ہے۔ آئیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ”لعلہم ینتھون“ یہ جنگ کیوں ہو؟ تاکہ وہ رُک جائیں۔ جس سے واضح ہو رہا ہے اسلام میں جہاد کا حکم لوگوں کی اصلاح کیلئے ہے رکنے کیلئے ہے، قتل و غارت اور انتقام کیلئے نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اُن (کفار) سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں
عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں
ان پر مدد دے گا اور شفا دے گا ایمانداروں کے
سینوں کو (۱۴) اور اُن کے دلوں کا غصہ لے
جائے گا اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے جس کی
چاہتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے (۱۵)

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ
وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصَرُّكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِ
صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۖ وَيَذْهَبُ
عَنْ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ
يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۱۵
صَلَّى اللہُ
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیه مبارکہ میں ایمانداروں کو جہاد کے فائدے بتائے جا رہے ہیں کہ جہاد کے بعد تمہیں فائدے
کیا ہوں گے مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو عذاب ہو گا وہ ذلیل ہوں گے ایماندار کا میابی سے نوازے جائیں
گے۔ اُن کی شکست سے مومنوں کے دل ٹھنڈے ہوں گے۔ اس آیه کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا حضور
ﷺ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمانے سے پہلے یمن کے کچھ لوگ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے یہ لوگ
قبول اسلام کے بعد جب اپنے وطن واپس ہوئے تو وطن کے لوگوں نے ان میں ایک بڑی تبدیلی محسوس کی
جو انہیں پسند نہ آئی اور ان نو مسلموں کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے جن سے یہ نو مسلم سخت پریشان
ہوئے اور حضور پاک ﷺ کے ہاں اپنی تکلیفوں پریشانیوں کا ذکر کیا عرض کی حضور کفار کی سازشیں تکلیفیں
پریشانیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اور برداشت سے باہر ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں تسلی دی، مطمئن فرمایا خوش
ہو جاؤ غم قریب یہ دکھ ٹل جائیں گے تم خوش و خرم ہو گے، ہجرت کے بعد یہ آیه کریمہ نازل ہوئی جس میں
ایمانداروں کو جہاد کا جذبہ شوق دیا گیا۔

اس آیه مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے صحابہ کرام سے جہاد کے کئی فائدے ارشاد فرمائے ہیں کہ تم
جہاد کرو، اللہ کی طرف سے تمہیں کامیابیاں نصیب ہوں گی کفار کو تمہارے ہاتھوں عذاب ہو گا۔ دنیا کے

عذاب کے علاوہ وہ آخرت میں بھی مبتلائے عذاب ہوں گے، کفار تمہارے سامنے رُسوا ہوں گے ان کی عزت برباد ہوگی، قیدی ہو کر تمہارے سامنے ہوں گے۔ تم ان کے فیصلے کرو گے تمہیں ان پر فوقیت ہوگی تمہارے دل ٹھنڈے ہوں گے اُن کا کفر پر مرنا بھی اللہ کا عذاب ہے ایمان پر موت شہادت ہے اللہ کی رحمت ہے کفار کی رسوائی، موت پر خوشی مسلمانوں کیلئے عظمت ہے اسلام کی سر بلندی ہے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا یہ لوگ توبہ کر لیں تو اللہ غفور ہے، رحیم ہے، آیہ کریمہ کے اس آخری حصہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جہاد کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ دشمنوں کے لوگ توبہ کر لیں گے اور انہیں اسلام کی توفیق ہوگی وہ مسلمان ہو جائیں گے تو اسلام کا غلبہ ظاہر ہوگا فتح مکہ پر بہت سے لوگ رسوا ہوئے اور بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے ایمان والو!) کیا تمہارا گمان ہے کہ تم ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو نمایاں نہیں فرمایا جنہوں نے مکمل طریقہ سے جہاد کیا اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا اور اللہ تمہارے سب کاموں کی اچھی طرح خبر رکھتا ہے۔ (۱۶)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمْ يُنذِرْكُمُ اللَّهُ
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا
الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا
تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

ﷺ
الْحَقُّ

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ایمانداروں کو جہاد پر تیار رہنے اور جہاد کرنے کا حکم تھا، فرمایا گیا تھا کہ جہاد کے ذریعہ کفار رُسوا ہوں گے۔ اس آیہ مقدسہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ جہاد کے ذریعہ منافقین ذلیل ہو کر

مومنوں سے الگ ہو جائیں گے کفار کی رسوائی کے بعد منافقین کی ذلت کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ان پر جہاد کا عمل گراں گذرا ہے انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ تم کو اسی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے اور جہاد فرض نہ کیا جائے حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہیں کیا جو جہاد کریں اور اللہ رسول اور مومنین کے مقابل ان کے دشمن کفار کو راز دار نہ بنالیں جہاد کی حالت میں ان کی جاسوسی نہ کریں ایسے لوگ مخلص ایماندار ہیں اور جو جہاد سے جی چرائیں یا جہاد میں جا کر جہاد کی خبریں کفار کو بتائیں اور جاسوسی کے کام انجام دیں وہ منافقین ہیں، ایمان والو! یہ خیال نہ کرنا کہ ہم تمہارے حالات سے بے خبر ہیں ہم تمہارے حالات ہمیشہ سے جانتے ہیں کہ تم کیا کر چکے، کیا کر رہے ہو، کیا کرو گے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ دنیا دار العمل ہے آخرت دار الجزاء ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”الدنيا مزرعة الآخرة“ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں جو بوؤ گے قیامت کے دن اٹھا لو گے۔ ”ام حسبتم“ فرما کر اسی کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے یہ بھی اشارہ فرمایا جا رہا ہے مومن مشکل کاموں کو خندہ پیشانی سے انجام دیتا ہے جبکہ کافر منافق مشکل کاموں سے کتنی کتراتا ہے، جان چھوڑاتا ہے کہ کسی طرح بچ جائے۔ آیہ مبارکہ سے کفار و مشرکین کو دوست اور راز دار بنانے سے ممانعت کا حکم واضح ہو رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں جہاد کو گراں سمجھنے والوں کو تنبیہ فرمائی جا رہی ہے کہ اگر تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ بس کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے اور کسی آزمائش سے تمہارے دعویٰ کو آزمایا نہیں جائے گا تو تمہارا یہ تصور صحیح نہیں جب جہاد کیلئے بلائے جاؤ تو تمہیں خوشی سے اس میں شامل ہونا ہوگا اور اسلام کیلئے خدمات انجام دینا ہوں گی، اللہ رسول اور ایمانداروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط کرنا ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

مشرکین کو حق نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں اپنی جانوں پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے، یہ لوگ ہیں جن کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے (۱۷) اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں (۱۸)

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَسْ إِلَّا اللَّهَ ۚ فَعَلَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝

اللَّهُ
صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں کفار و مشرکین کی نیکیوں کے مفید نہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے نیکی کی قبولیت کیلئے ضروری ہے ایمان ہو۔ بغیر ایمان کے نیکی قیامت کے دن نجات کا سبب نہیں بن سکے گی۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا جنگ بدر میں جو لوگ گرفتار ہوئے، اُن میں حضرت عباس بھی تھے، سیدنا علی المرتضیٰ نے حضرت عباس سے کہا کہ آپ نے رشتہ داری کا پاس بھی نہ کیا اور میدان بدر میں آکر حضور کی مخالفت کی اس بے وفائی پر آپ کو شرم آنی چاہئے حضرت عباس نے کہا آپ کو ہمارے عیب تو نظر آگئے مگر ہماری نیکیاں آپ نے دیکھی ہی نہیں، سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا وہ نیکیاں کونسی ہیں، حضرت عباس جواب دیتے ہیں ہم کعبہ کی خدمت کرتے ہیں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں حاجیوں کے کام آتے ہیں، ہو سکے تو انہیں کھانا بھی کھلاتے ہیں اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی مساجد کی تعمیر کا حق انہیں لوگوں کو ہے جو اللہ پر ایمان لائے، آخرت کو مانا نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی۔ اعمال صالح کی قبولیت کیلئے ایمان شرط ہے۔

مسجدوں کے آباد کرنے کی کئی صورتیں ہیں صرف تعمیر کرنا ہی نہیں تعمیر کی جس قدر صورتیں ہیں وہ تو

یہی ہیں فرش بنانا، مرمت کرنا، چٹائیاں بچھانا، مسجد میں چراغ جلانا، روشنی کا انتظام کرنا مگر مؤذن کا اہتمام کہ وقت پر اذان ہو یہ بھی تعمیر میں شامل ہے، امام کی تقرری کہ وقت پر نماز باجماعت ہو یہ بھی تعمیر کا حصہ ہے، وضو کیلئے اہتمام یہ بھی تعمیر میں شامل ہے نمازیوں کیلئے آرام و سہولت کا اہتمام صفائی کا خیال، یہ سارے معاملات تعمیر کے اندر داخل ہیں، یہ کام کرنے کا کفار کو کوئی حق نہیں یہ ایمانداروں کا حصہ ہے اور انہیں ہی قیامت کو فائدہ ہوگا۔

کفار سے فرمایا گیا ہے کہ کعبہ کی گنجی، حجاج کی خدمت پر فخر نہ کریں جب تک وہ اپنے شرک و کفر پر جے ہوئے ہیں انہیں یہ کام مفید نہیں ہو سکتے، یہ عجیب بات ہے اسلام کی مخالفت بھی کریں حضور ﷺ سے عداوت بھی رکھیں پھر حاجیوں کی خدمت کا دعویٰ غلط ہے، مساجد کی آبادی کا حق صرف انہیں لوگوں کو ہے جو ایماندار ہوں، نماز کے پابند ہوں، قیامت کے دن کو مانیں، زکوٰۃ ادا کریں۔ اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مساجد کی تعمیر کیلئے کفار سے چندہ نہ لیا جائے۔ کافر کی آمدنی اس کے کفر کے باعث حرام ہے اور مسجد پر حرام مال نہیں لگایا جاسکتا۔ بعض مقامات پر ہندو مسلمانوں کو مساجد کیلئے چندہ دیتے ہیں اور مسلمان ہندوؤں کو مندر کی تعمیر کیلئے امداد کرتے ہیں یہ صورت شرعی طور پر ناجائز و حرام ہے۔ قرآن مقدس نے مشرکین و کفار کو نجس فرمایا ہے اور مساجد میں آنے سے منع کیا ہے کفار کی بنائی ہوئی مسجد شرعی طور پر مسجد نہیں ہوگی ہاں کسی نے وہاں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوں گے

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام شریف کو آباد کرنا اس کے برابر ٹھہرایا ہے جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۹)

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَسَنَ يَأْتِيهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَهْدِي سَبِيلَ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

صَلَّى
الْعِظِيمِ

تفسیر

اس آیہ مقدسہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار مسجد حرام کی خدمت کر کے ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ ایک مفہوم یہ بھی واضح ہے کہ وہ مسلمان جسے کعبہ کی خدمت تو میسر ہے مگر حضور ﷺ کی صحبت اور جہاد فی سبیل اللہ میسر نہیں ایسے مسلمان سے وہ مسلمان بہتر خوش نصیب ہے جسے صحابیت کا درجہ حاصل ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھی شامل ہے۔

اس آیہ مقدسہ کے شان نزول کا سبب یہ بنا: ایک موقع پر حضرت طلحہ ابن شیبہ نے فرمایا مجھے اللہ نے عزت دی ہے کہ کعبہ شریف کا گنچی بردار ہوں اور یہ شرف کسی دوسرے کو حاصل نہیں اس محفل میں حضرت عباس نے فرمایا مجھے بھی اللہ نے بڑی عزت بخشی ہے میں حاجیوں کو زم زم پلانے کی خدمت انجام دیتا ہوں اس محفل میں حضرت علی المرتضیٰ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا مجھ پر بھی اللہ کا بڑا فضل ہے، میں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، حضور ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں حضور ﷺ کی معیت میں جہاد بھی کیا ہے پہلے دونوں نے کعبہ کی خدمت حاجیوں کی خدمت کا ذکر کیا، شیر خدا رضی اللہ عنہ نے محبوب پاک کی صحبت و معیت کا ذکر کیا۔ آیہ مبارکہ ان کے حق میں نازل ہو گئی اس وقت تک حضرت طلحہ اور عباس ایمان نہیں لائے تھے ایمان لانے کے بعد حضرت طلحہ کو کعبہ کی چابی اور زم زم پلانے کی خدمت سپرد کر دیں۔ روح المعانی شریف میں شان نزول کی ایک روایت بھی بیان کی گئی ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت

عباس کو فرمایا آپ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آجائیں تو حضرت عباس نے کہا میرے پاس یہاں کعبہ کی خدمات ہیں میرے بعد کون انجام دے گا؟ میں ان خدمات سے محروم ہو جاؤں گا، ان کی تردید اور حضرت علی المرتضیٰ کی تائید میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ مشرکین مکہ سے یہود نے کہا ہم کعبہ کی خدمت کرتے ہیں حجاج کو پانی پلاتے ہیں قیدیوں کو چھڑاتے ہیں، حضور اور ان کے ساتھی اس نعمت سے محروم ہیں، بتائیے ہم دونوں میں بہتر کون ہے یہود نے کہا مشرکین بہتر ہیں تو یہ آیہ مبارکہ ایمانداروں کے حق میں نازل ہوئی۔

آیہ مقدسہ میں قریش مکہ کو فرمایا گیا تمہارا حاجیوں کو پانی پلانا ان کی خدمت کرنا بہت پیچھے ہے اور وہ لوگ جو اللہ پر آخرت پر ایمان لائے، اللہ کی راہ میں جہاد کیا حضور کی صحبت میں رہے وہ تم سے قرب خداوندی میں بہت آگے ہیں۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے اللہ کے برگزیدہ نیک صالح بندوں پر اعتراض ہو تو جواب خود خدا دیتا ہے، طلحہ و عباس نے اعتراض کیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں قدرت نے جواب دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور
اپنے مالوں جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ
کے ہاں ان کے بلند درجے ہیں اور یہ لوگ کامیاب
ہیں (۲۰) ان کا رب انہیں خوشخبری دیتا ہے رحمت
کی اور رضامندی کی اور ان کے باغات کی جن میں
ہمیشہ کی نعمتیں ہیں (۲۱) اُن میں ہمیشہ رہیں گے
بیشک اللہ اسکے پاس بڑا ثواب ہے (۲۲)

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
أَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ
هُمْ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ
بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَعَلَتْ لَهُمْ
فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا
إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

اللہ
صَدَقَ
الْحَقُّ

تفسیر

پہلی آیات مقدسہ میں ذکر تھا کہ ایماندار اور مجاہد دوسرے لوگوں سے افضل ہیں، اس آیہ مبارکہ میں اسی کی وضاحت ہے کہ مسجد حرام کی خدمت حاجیوں کو پانی پلانا یہ ساری باتیں آرام سے انجام پا جاتی ہیں مگر ہجرت اور جہاد وہ عبادتیں ہیں جو نہایت محنت طلب اور مشقت سے انجام پاتی ہیں مہاجر کو گھریار چھوڑ کر سفر کرنا پڑتا ہے وطن سے دوری ہوتی ہے، مجاہد اپنا مال اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے اور مہاجر اور مجاہد کا مقام بلند و بالا ہے۔ ”الذین“ سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جنہوں نے محبوب کریم ﷺ کا حسن و جمال دیکھا اور قربان ہو گئے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس سے مراد اخلاص اور خلوص رضاء الہی کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم نہیں۔

الذین سے قیامت تک کے ایماندار مہاجر مجاہد مراد لئے جائیں تو بھی آیہ کریمہ واضح ہے ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ایمان داروں کی صفات کا ذکر فرمایا ہے ایمان، ہجرت، جہاد اور تین ہی انعامات کا ذکر ہے، رحمت رضوان اور جنت۔

آیہ مبارکہ میں ایمان کو ہجرت اور جہاد سے پہلے ذکر فرمایا جس سے واضح ہو رہا ہے ایمان سب اعمال صالح سے پہلے ہے اور اس کی مرکزی حیثیت ہے کفار و مشرکین کے اچھے کام انہیں قیامت کو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے کہ وہ مرکزی دولت ایمان سے محروم تھے۔ ”ہاجروا“ کے ارشاد گرامی سے واضح ہو رہا ہے مہاجر صحابہ انصار صحابہ سے آگے ہیں کہ ملک چھوڑا، دکھ اٹھائے، مصیبتوں میں رہے۔ انصار صحابہ کا مقام بھی بلند و بالا ہے حضور ﷺ کا خیر مقدم کیا، مہاجر صحابہ کو پناہ دی اپنے گھروں میں ٹھہرایا، پھر حضور ﷺ نے مہاجر اور انصار صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا، انصار صحابہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ اور صحابہ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔

آیہ مبارکہ میں لفظ ”فی سبیل اللہ“ جہاد کے فلسفہ کو نمایاں کر رہا ہے کہ اسلام نے جو جہاد کا حکم دیا ہے

اس سے مراد ملک گیری نہیں، حکومت بادشاہت پر قبضہ نہیں دشمن کو ذلیل اور پامال کرنا مقصود ہر گز ہر گز نہیں بلکہ اللہ کی رضا ہے خلوص ہے ایثار ہے۔ فتح مکہ پر بدترین دشمنوں کو چھوڑ دینا، آزاد کر دینا ہماری اس تفسیر کی تائید کرتا ہے۔

آیہ مقدسہ میں صحابہ کی جان نثار یوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایمان، جہاد، ہجرت کیلئے کس قدر دُکھوں میں مبتلا رہے اور پھر ان دُکھوں کو کس قدر ایثار و محبت سے سینہ سے لگایا پھر اُن کے اس انداز پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات بھی بے شمار ہوئے جن کا ذکر فرمایا گیا، خوشخبری ہے، رحمت ہے، جنت ہے رضامندی ہے نعمتیں ہیں ہمیشہ کا قیام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہوں اور تم میں سے جو لوگ اُن کو دوست بنائیں گے تو وہی لوگ ظالم ہیں (۲۳) (اے محبوب کریم) آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری تجارت جس کے گھاٹے کا تمہیں خطرہ ہو، اور تمہارے پسندیدہ مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ
وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَمِنْكُمْ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۖ قُلْ إِن
كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ
اِفْتَرَقَتْ بَيْنَهُمْ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَلِكٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنْ
اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَضُوا
حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تم انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ
نا فرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۲۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار سے الگ تھلگ رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے اُن سے پیار و محبت کرنے سے روکا جا رہا ہے، پہلی آیہ مقدسہ میں ارشاد تھا کفار کو مسجد حرام کی خدمت حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد کی تعمیر کرنا مفید نہیں ہوگا کہ وہ ایمان دار نہیں۔

اس آیہ پاک میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کفار کی دوستی پیار و محبت بھی کام نہیں آئیں گے ہاں اسلامی ریاست کے اندر بطور ذمی رہنے والے کفار سے لین دین کاروبار و تجارت میں تعلقات مضرت نہیں۔ اُن سے دلی لگاؤ کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ تفسیر خازن نے اس آیہ کے اُترنے کا سبب اس طرح لکھا ہے، جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے مسلمانوں کو ہجرت کرنا لازم ہو گیا تھا، بلا وجہ وہاں رہنا حرام ہو گیا اس حکم کے پیش نظر جب لوگوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اُن کے بال بچے عزیز قرابت دار اُن سے لپٹ گئے اور عجز و انکساری سے کہا ہمیں کن کے سہارے پر چھوڑے جا رہے ہو، ان کی اس عجز و انکساری پر وہ لوگ رُک گئے تو پہلی آیہ نازل ہوئی کہ اپنے باپوں بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایمانداروں سے واضح فرمایا جا رہا ہے اگر تمہارے باپ دادے بھائی بھتیجے ایمان کے مقابل کفر سے محبت کریں تو تم انہیں دوست نہ بناؤ، قول و عمل سے ہر طرح سے الگ ہو جاؤ، جو انہیں دوست کہے گا وہ ظالم ہو گیا کفر سے محبت بھی کفر ہے۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے محبوب! آپ تمام مسلمانوں سے کہہ دیں اگر تمہارے باپ دادے، بیٹے پوتے بھائی بھتیجے تمہاری بیویاں تمہارے رشتہ دار تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارتی کاروبار جس کے گھٹ جانے کا فکر کرتے ہو تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں جن میں شوق و محبت سے رہ رہے ہو اگر یہ

چیزیں تمہیں اللہ اور رسول ﷺ سے زیادہ پیاری ہوں اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پسند ہوں ان کی وجہ سے اللہ کے احکام نہ مانو تو پھر اللہ کے عذاب کا انتظار کرو کفار تم پر غالب ہو جائیں گے رسوائی ہوگی۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے ماں باپ بہن بھائی رشتہ دار سب سے زیادہ حق خدا اور رسول کا ہے خدا و رسول کے مقابلہ میں کفار کی دوستی کو حرام قرار دے دیا گیا۔ ہاں کفار رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، اُن سے صلہ رحمی کے پیش نظر تعلقات وہ منع نہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ میری ماں میرے پاس آتی ہے وہ اسلام سے اعراض کرتی ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں، حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو غرضیکہ کفار و مشرکین سے دوستی اور محبت کو منع کر دیا گیا۔ بغیر دوستی اور محبت ان کے ساتھ لین دین خرید و فروخت حسن سلوک کرنا جائز ہے۔ حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے ایک یہودی سے ایک ماہ کے ادھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی ذرہ گروی رکھ دی۔ (بخاری شریف)

حضور ﷺ کی ذات والا صفات دین میں مرکز ہے آپ کی محبت آپ کی اطاعت ہی دین ہے محبت کا اعلیٰ مقام یہی ہے کہ محبت طبیعت پر بھی غالب آئے اور محبوب کے حکم کی تعمیل کی لذت ہر تلخی کو بھی لذیذ بنا دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک اللہ نے بہت موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اتر آگئے تھے وہ (کثرت) تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے (۲۵)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ
وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَصَاقَتْ عَلَيْكُمْ
الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝۱۹
اللَّهُ
الْعَظِيمُ

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں اللہ اور رسول ﷺ سے پیار و محبت کا ارشاد تھا مال و دولت اولاد، احباب یہ سب کچھ پیچھے ہے اللہ رسول سے پیار و محبت کو اول درجہ حاصل ہے، اس آیت پاک میں ایمانداروں کو غزوہ حنین کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ وہاں پر تم نے اپنی کثرت، شان و شوکت پر ناز کیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت فخر تمہارے کام نہ آسکا۔ پہلی آیت مبارکہ کی تائید کی جا رہی ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اُن سے محبت میں بیچ ہیں، اللہ و رسول کا پیار سب پر مقدم ہے، غزوہ حنین میں جب مسلمانوں نے کثرت پر فخر کیا شکست ہو گئی مگر فوراً بعد یہ شکست فتح میں بدل گئی یہ بتانا ہی تھا کہ کامیابیوں کا راز اللہ رسول سے محبت اور اللہ پر بھروسہ ہے۔

اس آیت مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد دس ہزار صحابہ کے ساتھ مقام حنین پر تشریف لے گئے یہاں پر دو مشہور جنگ جو دو قبیلے ہوازن اور ثقیف رہتے تھے۔ ان دونوں قبیلوں نے حضور ﷺ کے فتح مکہ کی عظمت کو دیکھا تو فیصلہ کیا تھا کہ حضور کا مقابلہ کریں اور شکست دیں ورنہ حضور تو بہت آگے بڑھ جائیں گے۔ ان کی تیاری فیصلے کو حضور نے محسوس فرمالیا اور ۱۲ ہزار مجاہدین کے ساتھ ۸ ہجری ۱۲ شوال کو حنین پہنچے۔ ہوازن ثقیف دونوں قبیلوں کی فوج کی تعداد چار ہزار تھی، بعض مسلمانوں نے کہا آج ہم بہر حال کامیاب ہوں گے ہماری تعداد ۱۲ ہزار ہے دشمن صرف ۴ ہزار ہے ان مسلمانوں کی گفتگو حضور ﷺ کو پسند نہ آئی کہ انہوں نے لشکر پر بھروسہ کیا ہے خدا کی مدد کو نظر انداز کیا ہے۔ یہ بات صاحب تفسیر خازن نے بھی نقل کی ہے۔

گھمسان کی جنگ ہوئی کفار کے دونوں قبیلے تیر اندازی میں ماہر تھے جنگ لڑنے میں مشہور تھے مگر اللہ پر بھروسہ کی کمی اور اپنے زیادہ ہونے کے گمان کے باعث مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر حضور ﷺ اپنے دس بارہ ساتھیوں کے ساتھ ڈٹے رہے، صحابہ میں ایک سوار نو جوان بھی ثابت قدم رہے دشمن کے مشترکہ حملہ کے موقع پر حضور ﷺ نے نعرہ لگایا ”انا للہ لا کذب انا ابن عبد المطلب“ (میں سچا

نبی ہوں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں) حضور ﷺ نے حضرت عباس کو حکم دیا مسلمانوں کو آواز دو میں یہاں موجود ہوں تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عباس کی آواز آٹھ میل تک سنی جاتی تھی، فرمایا اے مدینے والو! اے سورہ بقرہ والو! ادھر آؤ حضور موجود ہیں تم کہاں ہو؟ تمام صحابہ لبیک کہتے ہوئے لوٹ آئے گھمسان کی جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا۔

اس آبیہ پاک میں اس واقعہ کا ذکر ہے اس غزوہ حنین میں مسلمانوں کو بہت سامال ہاتھ لگا، ۲۴ ہزار اونٹ ہی تھے بکریوں کا شمار ہی نہیں دشمن کے چھ ہزار افراد قید میں آئے۔ ان قیدیوں میں حضور ﷺ کی دودھ کی بہن حضرت شیماء بھی تھیں ان کی دس بارہ اور سہیلیاں بھی تھیں۔ مکہ مکرمہ آئیں تو انہوں نے صحابہ سے کہا میں رسول اللہ سے ملنا چاہتی ہوں میں ان کی بہن ہوں صحابہ نے انکار کیا، حضور ﷺ نے باتیں سن کر فرمایا کون ہے اسے اندر آنے دو یہ خاتون خیمہ میں چلی گئی اور حضور سے عرض کی حضور میں آپ کی دودھ کی بہن ہوں آپ سے کچھ عمر میں بڑی تھی آپ کو کھلایا کرتی تھی حضور ﷺ ابدیدہ ہو گئے صحابہ بھی روئے، حضور ﷺ نے فرمایا شیماء کو کپڑے دو، سامان دو آزاد کرو جہاں کہتی ہے وہاں چھوڑ کر آؤ شیماء عرض کرتی ہیں حضور میری سہیلیاں بھی ہیں حضور فرماتے ہیں جاؤ وہ بھی آزاد ہیں۔ (اس موقع پر حضور ﷺ نے اپنی دودھ کی اماں حلیمہ سعدیہ کا احترام فرمایا جس سے والدین کی محبت کا درس ملتا ہے) جب یہ اپنی قوم میں پہنچیں اور حضور ﷺ کے عفو و کرم کا ذکر فرمایا تو وہ سبھی لوگ مسلمان ہو گئے۔

ایمانداروں کو غزوہ حنین کے واقعہ سے اللہ کی خاص مدد یاد دلانی جا رہی ہے کہ تم نے کثرت پر ناز کیا تو شکست ہوئی پھر اللہ پر بھروسہ کیا تو فتح سے نوازے گئے۔ مسلمانوں کو فرمایا گیا یہ اللہ کا کرم تھا کہ تم جنگ بدر غزوہ بنی نضیر، بنی قریظہ، حدیبیہ، خیبر، تبوک فتح مکہ میں تائید خداوندی سے کامیاب ہوتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین اُتاری اپنے رسول
پر اور وہ لشکر اُتارے جو تم نے دیکھے نہ تھے اور
کفار کو عذاب دیا اور کفار کی یہی سزا ہے (۲۶)
پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا توبہ دے گا اور
اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۲۷)

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ
وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ
تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ
جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ
بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ۝

صَلَّى
الْعِظِيمُ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں غزوہ حنین میں مسلمانوں کے قدم اکھڑنے کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں
اُن کی ثابت قدمی اور ڈٹ کر مقابلہ کرتے خدا کی مدد آنے، دشمن کو عذاب دینے کا ذکر ہے۔

بچھلی آیہ پاک میں بھی مدد کا ذکر تھا مگر وہ انداز مختصر تھا اس میں اُسی امداد کا تفصیلی ذکر فرمایا دیا گیا ہے
ایمانداروں سے غزوہ حنین کی فتح کا ذکر پھر واضح طور پر فرمایا جا رہا ہے کہ دیکھو تمہارے قدم اکھڑنے کے
بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر تسلی کیسے اُتاری اور پھر محبوب کے ذریعہ سے تمہیں کیسا سکون ملا۔ حضرت
عباس رضی اللہ عنہ کی آواز نے صور اسرائیلی کا کام دیا کہ سب کے سب اکٹھے ہو گئے پھر قدرت نے کرم اس
طرح فرمایا کہ سولہ ہزار فرشتے نازل فرمائے۔ (کفار کو ہلاک کرنے کیلئے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا مگر اُن
فرشتوں کو محبوب کی قیادت میں جنگ لڑنے کا شرف بخشا تھا) جنہیں مسلمانوں نے نہ دیکھا مگر کفار نے اُن
کا مشاہدہ کیا جس سے اُن کے دل ڈر گئے، ہمتیں جواب دے گئیں ایمانداروں میں جرأت پیدا ہو گئی۔ نتیجہ
یہ ہوا کہ کفار کو شکست کے عذاب نے گھیر لیا پھر کفار جو تین مقامات حنین، اوطاس اور طائف میں لڑے، بُری
طرح مار کھا گئے پھر انہیں کفار کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

آیہ کے آخر میں فرمایا اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ آیہ کریمہ میں مسلمانوں پر سکون اُترنے کا ذکر
فرمایا گیا ہے اور سکون یاد الہی سے ہوتا ہے وہ اطمینان قلب ہے۔ واضح ہو رہا ہے صحابہ کی جنگیں جہاد،

غزوے سبھی یادِ الہی کیلئے ہی تھے۔ قرآن مقدس نے فرمایا ”الا بذكر الله تطمئن القلوب“ آگاہ ہو جاؤ اطمینان قلب یادِ الہی سے ہی ملتا ہے۔ صحابہ کی تمام زندگیاں جیسے گزریں جس حالت میں گذریں وہ ساری کی ساری یادِ الہی میں ہی تھیں۔ اس غزوہ حنین میں کئی اہم اور عجیب واقعات بھی ہوئے، جنہیں مفسرین نے نقل کیا ہے۔ شیبہ بن عثمان ایک شخص تھا، اس کا باپ غزوہ بدر میں حضرت حمزہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا یہ چاہتا تھا کہ کبھی موقع ملے تو میں حضور کو شہید کر کے باپ کا بدلہ لے لوں، غزوہ حنین میں جب مسلمانوں کے قدم اکھڑے تو اس نے حضور کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا جب قریب پہنچا تو حضور ﷺ کی نظر پڑی فرمایا شیبہ ادھر آؤ، بس یہی انداز تھا کہ میری دنیا بدل گئی اب حضور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے لگنے لگے۔

اسی سفر کا ایک اور عظیم واقعہ حضور ﷺ نے خود بیان فرمایا میں ایک درخت کے نیچے سو گیا ایک شخص آیا اس نے میری تلوار لی اور کہا محمد (ﷺ) بتاؤ اب تمہیں کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا میرا اللہ، یہ کہنا تھا تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اس موقع پر ابو بردہ بن دینار رضی اللہ عنہ حاضر تھے عرض کی حضور اجازت فرمائیں اسے قتل کر دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابو بردہ خاموش رہو میرا رب میری حفاظت فرما رہا ہے، آپ نے اس شخص کو کچھ بھی نہ کہا۔

اس جنگ میں دشمن کے ستر آدمی قتل ہوئے ہزاروں کی تعداد میں قید ہوئے، حنین کی جنگ کے بعد حضور ﷺ نے طائف کا محاصرہ فرمایا جو اٹھارہ دن تک جاری رہا پھر آپ مقامِ بعرانہ پر تشریف لائے سارا مال تقسیم فرمایا پھر ہوازن کا ایک وفد حاضر ہوا، رحمت و شفقت کی درخواست کی اور اپنے اہل و عیال کی واپسی کا مطالبہ کیا حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ہم ان کے اہل و عیال کو ان کے سپرد کرتے ہیں اس حسن سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کا بول بالا ہوا لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! مشرک بڑے ناپاک ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آئیں اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تمہیں اپنی مہربانی سے غنی کر دے گا اگر چاہے گا بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے (۲۸)

ﷺ
الْحَقُّ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ
عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
إِنْ شَاءَ رَبُّ اللَّهِ عَلَيْهِ حَكِيمٌ ۝

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں پر غازیوں پر سیکھنے کے اترنے کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے اگر تم کفار و مشرکین کو حج کرنے سے روک دو گے تو تم پر غیبی اطمینان نازل ہوگا، یہ ذہن سے نکال دو اگر مشرک حج کیلئے نہ آتے تو تمہاری مالی حالت کمزور ہو جاتی تم بھوکے رہو گے، ایسا ہرگز نہ سوچنا، اللہ تمہیں غنی کر دے گا، وہ علم والا ہے حکمت والا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، جب ۹ھ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ آئندہ کوئی مشرک حج پر نہ آئے اور نہ ہی کوئی ننگا طواف کرے اس زبردست انقلابی اعلان کے بعد مشرکین عرب نے مسلمانوں سے کہا تم نے ہمیں روک تو دیا ہے اس اعلان کا برا انجام تم ابھی عنقریب دیکھ لو گے سامان تجارت ہم لاتے ہیں، کاروباری سطح پر کئے کی رونق آبادی ہم سے ہی تعلق رکھتی ہے اگر ہم نے آنا چھوڑ دیا تو تم بھوکے مرو گے، کاروبار ٹھپ ہو جائے گا تجارت مٹ جائے گی، مسلمانو! تمہارا ذریعہ معاش تو ہم سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ کفار و مشرکین کے اس اعلان پر کچھ ایماندار پریشان ہوئے تو ان کی تسلی کیلئے یہ ارشاد نازل ہوا، پریشان نہ ہوں اللہ تمہیں غنی کر دے گا فضل سے نوازے گا وہ علیم ہے حکمت والا ہے جہاں والو! تم یہ خطرہ ذہن سے نکال دو مشرکین حج پر نہ آئیں گے تو مالی طور پر تمہارا دیوالیہ ہو جائے، ایسا ہرگز نہیں ہوگا رزق دینے والے ہم تمام حکمتیں ہم جانتے

ہیں کہ کس کو کس طرح پالنا ہے اُسے پروان چڑھانا ہے۔

اس آئیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کفار و مشرکین عقائد کے لحاظ سے گندے ہیں مساجد میں نہ آئیں جسمانی طور پر نہیں کہ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے عیسائیوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی تھی حدیث شریف میں ہے ایک یہودی بچہ مسجد نبوی شریف میں جھاڑو دیتا تھا اگر کفار و مشرکین خنزیر کی طرح نجس العین ہوں تو مسلمانوں کیلئے لین دین تجارت کے معاملات میں دشواری پیدا ہو جائے گی۔ یورپ کے ملکوں سے تجارت منقطع ہو جائے گی کاروبار میں دقت ہوگی، اسکے پیش نظر اسلام نے کفار و مشرکین سے کاروبار کو جائز قرار دیا ہے یہ لوگ عقائد کے طور پر نجس ہیں اس لئے مساجد میں نہ آئیں۔ یہاں پر ظاہری نجاست مراد نہ لی جائے اس کیلئے کہ ظاہری نجاست کسی مسلمان سے لگی ہو وہ جگہ ہو پلید ہو تو وہ بھی مسجد میں نہیں آ سکتا، مسجد حرام کے داخلہ منع ہونے کا معنی یہ ہے کہ پورے حرم محترم میں کافر مشرک داخل ہو جیسے آج حد بندی کی ہوئی ہے۔ اس آئیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اللہ پر توکل بھروسہ کا بھی درس ہے کہ تم پریشان نہ ہو وہ تمہیں غنی کر دیگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اُن لوگوں سے لڑو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس چیز کو اللہ اور رسول نے حرام کیا ہے اُسے حرام نہیں جانتے اور سچے دین کو پسند نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی تم اُن سے جنگ لڑتے رہو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں (۲۹)

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا
بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُوا دِينَ
الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى
يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝

ﷺ
الْعَطِيَّةُ

تفسیر

پہلی آئیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو ارشاد تھا کفار و مشرکین کے حج پر نہ آنے سے پریشان نہ ہو جاؤ کہ وہ

تو تجارت کا سامان لاتے تھے کاروبار میں مدد تھی وہ نہ آئیں گے تو تم غریب ہو جاؤ گے اللہ تمہیں غنی کر دے گا۔ اس آئیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کفار سے لڑو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر تمہیں جزیہ دیں اس صورت سے تمہاری ساری ضروریات کی تکمیل ہوگی اور یہ تمہیں غنی کرنے کا ایک راستہ ہے۔ جزیہ ایک ٹیکس ہے جو رعایا سے لیا جاتا ہے تمام حکومتیں رعایا سے یہ مال وصول کرتی ہیں جس سے ملکی نظام چلایا جاتا ہے کفار سے جو بحق سلطنت وصول کیا جاتا ہے اُسے جزیہ کہتے ہیں اس رقم کو وصول کر کے انہیں پورے شہری حقوق دئے جاتے ہیں ان کے مال و جان کی حفاظت کی جاتی ہے اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس کے بدلہ میں اُسے قتل کیا جائے گا اگر کوئی مسلمان ان کی چوری کرے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسلام کے اس ضابطہ جزیہ پر اعتراض کرنے والے غور کریں آج کس قدر بھاری ٹیکس وصول کئے جا رہے ہیں ان پر کسی کو اعتراض نہیں۔ انگلینڈ کی حالت دیکھیں حیران ہوں گے کہ کس قدر ٹیکس مسلط ہے لوگ دے رہے ہیں۔

ہاں مشرکین اور مرتدین سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ ان کیلئے دو ہی صورتیں ہیں اسلام قبول کریں یا قتل ہوں باقی تمام کفار سے جزیہ وصول کیا جائے گا نابالغ فقیر محتاج کافر پر جزیہ نہیں۔ کفار کی عورتیں اور کمائی نہ کرنے والے بچے بھی جزیہ سے مستثنیٰ ہوں گے کافر مسلمان ہو گیا تو جزیہ ختم ہو گیا جزیہ کی دو ہی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کفار اور مسلمانوں کو جو متفقہ طور پر طے ہو جائے جیسے نجران کے عیسائیوں سے بارہ سو جوڑے سالانہ پر صلح ہو گئی تھی دوسری صورت یہ ہے کہ اسلامی حکمران ملک فتح کرنے کے بعد خود مقرر کر دے سال شروع ہونے پر پیشگی وصول کر لیا جائے۔ تفسیر خازن، روح المعانی تفاسیر نے جزیہ کی حدیں بھی بتائی ہیں۔

آئیہ مبارکہ کا قاتلو سے آغاز ہے جس سے واضح ہے کہ جہاد بھی ایک عبادت ہے اور کبھی منسوخ نہیں ہوگا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد دفاع کے طور پر ٹھیک ہے ابتدائی طور پر منع ہے یہ صحیح نہیں، جہاد دفاعی بھی جائز ہے ابتدائی بھی۔ سانپ بچھوڑے یا نہ ڈسے اُس کا مارنا جائز ہے کافر حربی لڑے یا نہ لڑے اُس سے

جنگ جائز ہے کہ کافر کو جو نبی موقعہ ملے گا وہ حملہ کرے گا۔ آیہ مبارکہ میں اہل کتاب کا خاص کر کے ذکر فرمایا کہ ان سے لڑو جس سے پتہ چلتا ہے یہ لوگ سزا کے زیادہ مستحق ہیں کہ تورات انجیل میں حضور ﷺ کا ذکر مبارک اور حلیہ تک کی تفصیل ہے مگر انکار کیا۔ ایک پادری سے گفتگو ہوئی تو اس نے جزیہ پر اعتراض کیا کہ وہ کتنا گراں فیصلہ ہے جب میں نے اسے بتایا کہ مالدار پر سالانہ اڑتا لیس درہم ہر ماہ چار درہم، درمیانہ درجہ کے لوگوں پر چوبیس درہم سالانہ تو اس مختصر جزیہ کی رقم کون کروہ شرمسار ہوا پھر اُسے آج انگلینڈ کے ٹیکسوں کی تفصیل بتائی تو وہ بالکل شرمندہ تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بِعَدَدِ خَلْقِهِ
اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور
عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے ان کی یہ
باتیں اپنے منہوں سے کہہ رہے ہیں اُن لوگوں
کے قول کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے پہلے
کفر کیا اللہ انہیں ہلاک کرے، کدھر بھٹکے جا
رہے ہیں (۳۰)

اللہ
صَلَّى
عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ
سَلَامٌ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں کفار سے لڑنے کا حکم تھا کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے، خدا اور رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں کہتے۔ اس آیہ کریمہ میں یہود و نصاریٰ جو کافر ہیں ان کے کفر کی دلیل فرمائی جا رہی ہے کہ یہود عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر کافر ہو گئے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر حق سے بھٹک گئے کفر کے گڑھے میں گر گئے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب تفسیر خازن نے اس طرح نقل کیا ہے، سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی

اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں ایک بار حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور کہا اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں اسلام لانے کی دعوت دیتے ہیں یہ کیسی عجیب بات ہے آپ نے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کچھ عرصہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ آپ نے چاہا کہ قبلہ کعبہ ہو جائے تو حکم نازل ہو گیا اس واقعہ کو یاد دلایا کہ آپ نے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا اور آپ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے انہیں اللہ کا بندہ کہتے ہیں اگر آپ میں یہ دو کام نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم ایمان لے آتے، ان کی تردید میں یہ آیا کہ یرمہ نازل ہوئی۔

ارشاد ہوا کہ یہود و نصاریٰ خدا کے بارہ میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ وہ اولاد والا ہے اس کے بیٹے ہیں کس قدر گمراہ کن عقیدہ ہے کہ دونوں حضرات عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام اللہ کے بندے ہیں اس کے بیٹے نہیں یہ دونوں گروہ پرانے مشرکین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ان کا عقیدہ تھا فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں خدا انہیں برباد کرے یہ کہاں بٹکے جا رہے ہیں۔ تورات و انجیل پڑھ کر گمراہ ہو رہے ہیں۔

اس آئیہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کو مشرکین کے مشابہہ فرمایا گیا ہے بلکہ اُن سے بھی بدتر ہیں وہ تو اپنے معبودوں کو خدا کا بندہ کہہ کر ان کی عبادت کرتے تھے، یہ عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے بیٹے مان کر عبادت کرتے ہیں۔ عیسائیوں سے جب عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ کہنے پر علماء نے دلائل سے انہیں لا جواب کیا تو ابن کے معنی بدل کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور کہا ابن کا معنی محبوب ہے۔ یہودیوں کے دلوں میں حضرت عزیر علیہ السلام کی عظمت اس طرح بڑھی جب بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کیا اور تورات کے نسخے سارے ضائع کر دیئے تو اس وقت حضرت عزیر نے اپنی یادداشت کے مطابق تورات لکھوائی جب کوئی نسخہ ملا تو وہ عبارت عزیر علیہ السلام کی لکھوائی ہوئی تورات کے مطابق تھی۔ اس بات نے یہود کو عزیر علیہ السلام کا گرویدہ بنا دیا اور ابن اللہ کہنا شروع کر دیا کچھ یہود ایسے بھی تھے جو ابن اللہ تو نہیں کہتے مگر دین موسوی کا مجدد کہتے تھے کہ عزیر نے بائبل کے پرانے عہد نامے کو از سر نو مرتب کیا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے

اسلام کے خلاف کئی تحریکیں اٹھیں مگر قرآن مقدس کے سلسلہ میں کوئی تبدیلی یا تخریبی کاروائی نہ ہو سکی۔ بائبل میں تبدیلیوں کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ میں نے اپنی کتاب ”علم القرآن“ کے اندر اس عنوان پر کافی کچھ لکھا ہے۔ واللہ الحمد

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے پادریوں راہبوں کو
خدا بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو (بھی) حالانکہ انہیں
یہ حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں
اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اُن کے
اپنے بنائے گئے شریکوں سے پاک ہے (۳۱)

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں یہود و نصاریٰ کے مشرک ہونے کی وجہ فرمائی گئی تھی کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا، عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اُن کے یہ عقائد مشرکانہ ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں مزید فرمایا گیا ہے یہ لوگ اس قدر جاہل ہیں کہ اپنے علماء اپنے راہنماؤں کو بھی خدا کا درجہ دیتے ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! یہ لوگ اپنے راہنماؤں کو بھی رب کا درجہ دیتے ہیں حالانکہ توراۃ انجیل میں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ عبادت کے لائق صرف خدا واحد لا شریک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ اُن کے شرک سے پاک ہے۔

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ہاں گیا میرے گلے میں صلیب تھی فرمایا عدی اس بت کو اتار دو اور پھر فرمایا یہود و نصاریٰ اپنے پادریوں جوگیوں کے متعلق یہ نظریہ رکھتے تھے خدا کے فیصلے کے خلاف جس شی کو وہ حلال کہہ دیتے یہ حلال مان لیتے اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیتے یہ

حرام مان لیتے۔ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو ماننا خدا کے حکم کے خلاف کرنا واضح کفر ہے۔ اپنے بڑوں کی اطاعت تو ہو سکتی ہے مگر عبادت صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے اور اطاعت بھی ایسی جو اللہ اور رسول کے کسی قانون، اصول کے خلاف نہ ہو ورنہ وہ اطاعت بھی جائز نہیں ”لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق“ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ عدی بن حاتم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم اپنے راہبوں کو تو رب نہیں مانتے تو حضور ﷺ نے فرمایا انہیں حلال و حرام کرنے کا اختیار دینا اور ماننا کفر ہے۔

قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنے بڑوں کو ترجیح دینے کے سلسلہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا جواب واضح ہے آپ سے پوچھا گیا کہ عیسائیوں کا اپنے راہبوں پادریوں کو رب ماننے کا معنی کیا ہے تو آپ نے یہی جواب فرمایا کہ وہ ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے جسے حلال کہہ دیں حلال ہے جسے حرام کہہ دیں حرام ہے۔ یہی ان کا کفر یہ عقیدہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں اگرچہ کفار کو ناگوار گذرے (۳۲) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو (۳۳)

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ
وَيَأْتِي اللَّهَ إِلَّا أَنْ تُتِمَّ نُورُكَ وَلَوْ
كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ
رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں کفار کے ایک عمل اور ان کے بُرے ارادوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں یہاں پر نور اللہ کے کئی معنی کئے گئے ہیں۔ نور اللہ سے مراد حضور ﷺ کی

ذات مبارکہ بھی ہے، نور اللہ سے مراد قرآن مقدس بھی ہے، نور اللہ سے مراد اسلام بھی ہے اس سے مراد حضور ﷺ کے معجزات مبارکہ بھی ہیں، ان سارے معانی میں مضبوط معنی یہی ہے کہ تمام کفار چاہتے ہیں حضور ﷺ کے وجود مسعود کو ختم کر دیں۔ اس مقدس نور کو ختم کرنے کی کئی صورتیں تیار کرتے ہیں حضور ﷺ کو شہید کر دیا جائے جیسے بارہا کوششیں کی گئیں، ایک صورت یہ بھی اختیار کرتے ہیں کہ غلط پروپیگنڈہ کر کے آپ کے خلاف بے بنی باتیں بنا کر نور کو بجھایا جائے، جیسے یہ افواہ پھیلائی گئی کہ یہ جادوگر ہے اپنے جادو کے ذریعہ بڑھ رہا ہے، مٹانے کی ایک صورت یہ بھی اختیار کی گئی آپ کی مخالفت میں دولت خرچ کی گئی ایک صورت یہ بھی کی گئی کہ جنگیں لڑ کر مٹا دیا جائے غرضیکہ دشمنی کی کوئی کمی نہ چھوڑی مگر رب قدوس کا یہ ارشاد گرامی حضور ﷺ کی حفاظت فرماتا رہا ”وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ“ اے محبوب! تیرا اللہ تجھے لوگوں کے شر سے بچائے رکھے گا۔

۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ان تمام صورتوں کو اپنا لینے کے باوجود اس روشن ومنور آفتاب کی جگہ گھاٹ میں ذرہ بھر کی نہ آئی اور کفار اپنی تمام صورتیں ناکام دیکھ کر شرمسار ہوئے، رب قدوس جل مجدہ وہ ذات گرامی ہے جس نے ہر طرح سے اپنے محبوب کی حفاظت کی اور دشمنوں کے ہتھکنڈوں سے بچائے رکھا۔ اس آیت مبارکہ میں کفار کو بتایا گیا ہے کہ اللہ اپنے اس نور کو پورا فرمائے گا اگرچہ یہ تمہیں پسند نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے اسلحہ سے مسلح فرما کر بھیجا ہے کہ وہ سب دینوں پر غالب آجائے اگرچہ مشرک اس نور کی ترقی، برتری اور عظمت سے جلتے رہیں۔

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں کفار سے جزیہ لینے کا ذکر تھا اس آیت پاک میں وجہ بتائی گئی ہے کہ جزیہ کیوں لیا جائے یہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں اسلام کے بدخواہ ہیں، نور خداوندی کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے موضوعات کبیر کے آخر میں بتایا ہے نور اللہ سے مراد حضور ﷺ کی

ذات مبارکہ ہے۔ آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہدایت اور رسالت کو ذکر فرما کر واضح کیا گیا ہے کہ آپ کی ذات گرامی سے ہدایت اور رسالت ایک لمحہ کیلئے بھی الگ نہیں، آپ کی ذات سے ہٹ کر کسی کو ہدایت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آیہ مبارکہ میں دین اسلام کو دین حق فرمایا گیا ہے اس کا ہر ضابطہ ہر قانون ہر حکم ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مستحکم ہے کبھی تبدیلی نہیں۔ اللہ کا فضل ہے اس دین کا ہمیشہ سے غلبہ رہا ہے۔ تورات، انجیل، زبور ہم سے پہلے کی کتابیں ہیں مگر جس قدر قرآن مقدس کی تلاوت کی گئی عمل ہوا، ساری کتابیں مل کر بھی مقابلہ نہ کر سکیں ان کتابوں کا دنیا بھر میں کوئی حافظ دکھائی نہیں دیتا۔ مگر قرآن مقدس کے کروڑوں حفاظ موجود ہیں یہ دین کے غلبہ کی واضح دلیل ہے اس مقدس کتاب کی تفسیریں ایک لاکھ سے زائد لکھی جا چکی ہیں۔ صاحب قرآن کی سیرت طیبہ پر اس وقت تک ہزاروں ضخیم کتابیں چھپ چکی ہیں۔

تفسیر مظہری نے اسی مقام پر اسلام کے غلبہ کی تائید میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے حضرت مقدار فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی کچا پکا مکان باقی نہ رہے گا جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہ ہو جائے اگر کسی مقام پر مسلمانوں کو کبھی شکست ہوئی ہے تو مسلمانوں کا قرآن و سنت سے غفلت کا نتیجہ تھا دین حق پھر بھی کامیاب ہی رہا اگر اسلام کے اندر کوئی دوسرا دین رہے بھی تو وہ اسلامی نظام کی گنجائشوں میں سمٹ کر رہے گا جیسے اسلامی ریاست میں ذمی کفار کا قیام ہے اسلام ان کی حفاظت کرے گا اس عنوان پر میری کتاب ”اسلام میں ذمیوں کے حقوق“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! بیشک (اہل کتاب) بہت سے راہب، علماء پادری لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور (لوگوں) کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں (۳۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ
وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ أَفْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

صَدَقَ
الْعَظِيمُ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کی بد عقیدگی کا ذکر تھا اس آیہ مقدسہ میں ان کی بد عملی کو واضح فرمایا گیا ہے انسانی تکمیل اور خدا تک رسائی کے دو ہی اہم راستے ہیں عقیدہ درست ہو عمل نیک ہو خدا پناہ اگر عقیدہ خراب ہے تو عمل صالح بھی بے کار ہے پہلے ارشاد تھا یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں راہبوں کو رب کا مقام دیا یہ عقیدہ غلط تھا۔

اس آیہ مبارکہ میں ہے کہ یہود و نصاریٰ لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھاتے تھے اُن کے باطل طریقے کئی تھے، یہ بھی ایک طریقہ تھا کہ مال و دولت لے کر شرعی احکام بدل دیتے تھے یہ بھی ایک طریقہ تھا کہ اپنے بلند و بالا روحانی مقام پر ثابت کرتے اور لوگوں پر یہ تاثر قائم کرتے کہ ان کے راضی کرنے سے ہی خدا راضی ہے۔ یہ بھی ایک طریقہ تھا کہ یہودیت یا عیسائیت صحیح اور حق والے ہیں ان راہبوں پر چلنے کیلئے ضروری ہے کہ ان کے علماء پادری اور بڑوں کی مالی خدمت کی جائے۔

مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے راہب بظاہر مقدس لوگ معلوم ہوتے ہیں مگر ان کی ایک بُری عادت یہ ہے کہ اپنے عقیدہ مندوں کا مال حرام کے طریقوں سے لیتے ہیں، رقم لے کر مسئلہ بدل دیتے ہیں ان کی بُری عادات میں ایک یہ بھی ہے کہ سونا چاندی اکٹھا کرتے رہتے ہیں مگر اُسے اللہ کی راہ

میں خرچ نہیں کرتے ایسے لوگ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیہ کریمہ سے استدلال فرماتے تھے کہ اپنی ضرورت سے زیادہ مال رکھنا جائز نہیں سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے مگر جمہور صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اسلام کے شروع شروع میں تھا کہ ضرورت سے زیادہ مال رکھنا جائے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے، بعد میں منسوخ ہو گیا آخری اور حتمی بات یہی ہے کہ مال سے زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کی جائے، یہ اسی وقت ہو گا جب مال ہو گا ورنہ حج و عمرہ کی ادائیگی کیسے ہو سکے گی؟ ضرورت سے زیادہ مال ہو اور حقوق ادا کئے جاتے رہیں تو حرج نہیں۔ آیہ مبارکہ میں واضح فرمایا گیا ہے کہ ناجائز طریقوں سے مال اکٹھا کرنا حرام ہے اور ایسا کرنا ایمانداروں کا کام نہیں، شدید ضروری ہے کہ غلط طریقوں سے مال اکٹھا کرنے سے بچا جائے۔ آیہ مبارکہ میں مال کی محبت میں اس طرح بڑھ جانا کہ حقوق اللہ کی ادائیگی نہ ہو، مال کی ایسی محبت تباہی اور دردناک عذاب کا پیش خیمہ بن جاتی ہے، اس سے بچا جائے

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

جس دن گرم کیا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو، ان کی پٹھیں (انہیں بتایا جائے گا) یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا اب اُس کی سزا چکھو جو تم جمع کرتے تھے (۳۵)

يَوْمَ يُخَيَّرُ عَلَيْهَا قِيَارُ جَهَنَّمَ
فَتَكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ
وَأُظْهَرُ لَهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَفْقَهُونَ
فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کیلئے دردناک عذاب کا ذکر فرمایا تھا، اس آیہ مبارکہ میں اس عذاب کی تفصیل فرمائی جا رہی ہے کہ وہ سونا چاندی کو اکٹھا کرتے تھے اور اس سے حق ادا نہیں کرتے تھے یہی مال قیامت کے دن جہنم کی آگ میں گرم کر کے اس سے انہیں داغا جائے گا۔ داغے جانے کیلئے تین اعضاء کا ذکر فرمایا گیا ہے، پیشانیاں داغی جائیں گی کہ غریب حق دار فقیر کو دیکھ کر وہ پیشانیوں پر بل ڈالتے تھے ان کے پہلو داغے جائیں گے کہ حقدار کو دیکھ کر پہلو بدل لیتے تھے، لا پرواہی کرتے تھے اس لئے ان کے پہلو داغے جائیں گے، تیسرا عضو داغے جانے والا ان کی پٹھیں ہیں کہ سائل مستحق کو دیکھ کر پیٹھ پھیر لیتے تھے، اس سزا کے ساتھ رب تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ اس جرم کی سزا ہے جو تم نے ہمارے دئے ہوئے مال کو کنز بنا کر جمع کر رکھا تھا اگر اسے حقداروں پر خرچ کرتے تو آج یہ سزا نہ ملتی اس کا عظیم اجر ملتا۔

اس آیہ مبارکہ کی تفصیل کیلئے حضور ﷺ کا وہ ارشاد گرامی کافی ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس کے پاس سونا چاندی ہو مگر وہ اس کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اُسے گرم کر کے اس شخص کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے، جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو پھر جہنم کی آگ میں گرم کر لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے بچائے۔

ابوداؤد شریف کی ایک حدیث شریف میں یہ ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی وہ ”کنز تم“ میں داخل نہیں ہوگا جس سے پتہ چلتا ہے زکوٰۃ دینے کے بعد مال بچ گیا ہے تو اس کا رکھنا جرم نہیں۔ آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے حلال مال اچھی جگہ پر خرچ ہو تو مفید ہے برکت ہے کامیابی ہے اگر حلال مال غلط جگہ پر خرچ ہو تو مصیبت ہے وبال جان ہے۔ مال ملنے پر بندے کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے مگر ضروری ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے صدقہ، خیرات، زکوٰۃ کا خیال رکھا جائے تاکہ مال قیامت کے دن وبال جان نہ بن جائے۔ مال کی اس رحمت کو زحمت بننے سے بچایا جائے، بخل سے بچا جائے حق کی

ادائیگی کی جائے غرباء، فقراء، مساکین پر خرچ کیا جائے۔ مال جمع کر کے حق ادا نہ کرنے والے کو قرآن مقدس ان الفاظ میں ڈانٹتا ہے ”ایحسب ان ماله اخلده“ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اُسے زندہ رکھے گا، آخر وہ جہنم میں بھڑکائی گئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ عبد اللہ بن ابی ہذیل سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا سونا چاندی ہلاکت ہے (جس سے حق ادا نہ کیا جائے)۔ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ (ﷺ) سونا چاندی ہلاکت ہے تو پھر ہم کس مال کو جمع کریں، فرمایا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور آخرت میں مدد کرنے والی بیوی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا
 عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ
 ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ فَلَا تُزِلُّوْا
 فِیْهِنَّ اَنْفُسُكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ
 کَافَّةً کَمَا یُقَاتِلُوْکُمْ کَافَّةً
 وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان میں سے چار (مہینے) حرمت والے ہیں یہ ہے سید ہادین، ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکین سے جنگ کرو جیسے وہ تم سے کرتے ہیں اور جان لو بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے (۳۶)

اللہ
 صِدْقِ
 الْعَظِیْمِ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار و مشرکین کے کئی عیب بیان فرمائے گئے تھے کہ ان کے علماء رہبان غلط طریقے سے مال اکٹھا کرتے ہیں رشوتیں لیتے ہیں آسانی کتابوں میں تحریف کرتے ہیں احکام کو بگاڑتے ہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں مال جمع کرنے کی عادت بنا چکے ہیں اس کا خیال نہیں کرتے کہ مال جمع کرنے کا یہ طریقہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی ایک اور قبیح عادت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ چاند کے مہینوں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں کبھی سال بارہ مہینے کا کہہ دیتے ہیں کبھی سال تیرہ ماہ کا کر دیتے ہیں۔ ان کی اس عادت کو تفسیر خازن نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا کہ عرب اپنے سارے کام قمری سال کے مطابق کرتے تھے اور باقی لوگ شمسی سال کو پیش نظر رکھتے تھے، قمری سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے، شمسی سال جنوری سے شروع ہوتا ہے دسمبر پر ختم ہوتا ہے۔ قمری سال ۳۵۵ دنوں کا بنتا ہے اور شمسی سال ۳۶۵ دنوں کا۔ اس لئے ہر سال دس دن کا فرق پڑ جاتا ہے، قمری سال موسم کا پابند نہیں اسی وجہ سے کبھی حج سردی میں کبھی گرمی میں۔ اہل عرب کو اس میں دشواری محسوس ہوتی تھی کہ ان کے کاروبار میں فرق آتا تھا اسی کے پیش نظر وہ قمری مہینوں میں ہر سال دس دن کا فرق کر دیتے اور جب ایک ماہ پورا ہو جاتا تو وہ سال بجائے ۱۲ مہینوں کے تیرہ (۱۳) مہینوں کا کر دیتے۔ ان کی تردید میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے اللہ کے نزدیک قمری سال کے مہینے بارہ ہیں جو شروع سے ہی لوح محفوظ میں تحریر ہیں ان میں زیادتی کرنا بدترین جرم ہے۔

ان بارہ مہینوں میں چار مہینے (رجب، شوال، ذی القعد، ذی الحجہ) عزت والے مہینے ہیں ان میں گناہ سخت جرم اور نیکی میں کئی گنا ثواب۔ تم ان میں گناہ کر کے اپنے پر ظلم نہ کرو یہ بات یاد رہے کہ ان مہینوں میں کفار سے جہاد کرنا گناہ نہیں اور یہ بھی خیال رکھنا کہ جہاد میں پرہیزگاری کا پہلو قائم ہے۔ شروع اسلام میں ان چار مہینوں میں جہاد کرنا منع تھا اس آیہ مبارکہ کے آنے سے وہ حکم منسوخ ہو گیا حضور ﷺ نے شوال اور ذی قعدہ کے شروع میں حنین فتح کیا، طائف کا محاصرہ فرمایا۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے اسلامی مہینے بابرکت ہیں، حج، روزے، طلاق، وفات کی عدت انہیں سے پوری ہوتی ہے۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہے عربی مہینے ہی روز اول سے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّمَا السَّيِّئُ زِيَادَةً فِي الْكُفْرِ يُصَلِّ
بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا
وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُؤَاطُوا عِدَّةَ مَا
حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ثَلَاثِينَ
لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

صَلَّى
الْحَقُّ

مہینوں کو مؤخر کرنا محض کفر ہے اس سے افروں کو
گمراہ کیا جاتا ہے وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال
قرار دیدیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال
حرام قرار دیدیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کئے
ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر لیں پھر جس کو
اللہ نے حرام کیا اس کو حلال کر لیں ان کے
برے کام اُن کیلئے اچھے بنا دیئے گئے ہیں اور
اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا (۳۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی اس بُری حرکت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ وہ لوگ مہینوں کی تعداد میں گڑبڑ
کرتے ہیں کبھی بارہ (۱۲) ماہ کے بجائے کبھی تیرہ (۱۳) ماہ کہہ دیتے۔ اس آیہ مبارکہ میں ان کی دوسری
ایک قبیح حرکت کو واضح فرمایا جا رہا ہے کہ مہینوں میں تبدیلی کرنا بھی ان کا معمولی شغل تھا۔ محرم کو ربیع الاول،
رجب کو ذی الحج بنا لیتے اس طرح کرنے میں وہ لوگ اپنی ناجوازیوں کو صحیح کرنا چاہتے تھے مثلاً محرم کو صفر بنا
کر لڑائی کر لی کبھی صفر کو محرم بنا کر اس کا احترام کر لیا، کچھ لوگوں نے کہا سال کے چار مہینے محترم سمجھ لئے
جائیں مگر اُن مہینوں کا مقرر کرنا ہمارا کام ہے اُن کے اس غلط فیصلہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے وقت جو
عبادات کا وقت مقرر تھا اس میں خرابی آ گئی۔ رجب شریف کا ایک مہینہ الگ تھا باقی تین ماہ شوال، ذی قعد،
ذی الحج یہ مسلسل تھے اور یہ تین مہینے مسلسل ان کا جنگ و جدل مار لوٹ سے بچا رہنا ان کیلئے مشکل تھا۔ اسی
باعث مہینوں میں تبدیلیاں کر لیتے ایک سال ایک مہینے حج کر لیا دوسرے سال دوسرے مہینے حج کر لیا جس
مہینے کو چاہا محترم بنا لیا جس کو چاہا اس میں جنگ کر لی۔ ان کفار و مشرکین کی تردید کی گئی ہے کہ جیسے انہوں نے
اپنی طرف سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا کر کفر کیا ایسے ہی مہینوں کے بارہ میں یہ جرم کر لیا کہ جس مہینے

کو چاہا حلال کہہ دیا جسے چاہا حرام کہہ دیا اور جرموں کے مرتکب ہوتے رہے۔ چاند کے مہینوں میں یہ تبدیلی کفر کیوں ہے کہ ان کی اس حرکت سے حج، روزے، نماز عیدین، قربانی، فطرہ کی عبادات برباد ہو جائیں گی انگریزی، دیسی، ہندی مہینوں میں تبدیلی کا کوئی مسئلہ نہیں کہ ان کی تبدیلی سے اسلامی نظام عبادت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اسلامی مہینوں کی تبدیلی ایسے ہی گناہ ہے جیسے اسلامی احکام فرائض کا انکار کفر ہے ایسے ان احکام کے اوقات کی تبدیلی بھی کفر ہے جیسے کسی نماز کے وقت کو بدلنا نہیں جاسکتا ایسے ہی اسلامی مہینوں میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ کفار و مشرکین کی یہ تبدیلی ابراہیم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کے نظام کو برباد کرتی ہے جسے اسلام نے حرام کر دیا کفار کی یہ تبدیلی ان کے ذاتی منفعت کیلئے تھی انہوں نے قمری سال کے بارہ مہینوں میں ”کیسہ“ کا ایک مہینہ بڑھا دیا مسلمانوں کو بھی درس دیا جا رہا ہے کہ اپنی ذاتی مصلحتوں کیلئے احکام خداوندی میں رد و بدل نہ کریں یہ کفار کا طریقہ ہے شیطان انسانوں کو اس طرح گمراہ کرتا ہے وہ گناہوں کو ثواب کہہ کر لوگوں کو مائل کرتا ہے نقصان دینے والی چیزوں کو نفع بخش بنا کر سیدھی راہ سے ہٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے فریبوں سے بچائے اور سیدھی راہ پر چلائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں اللہ
کی راہ میں نکلنے کیلئے کہا جاتا ہے تو تم زمین سے
چپک جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے بدلہ میں
دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے دنیا کی زندگی کا نفع
آخرت کے بدلہ میں بہت تھوڑا ہے (۳۸) اگر
تم اللہ کی راہ میں نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں درد
ناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم
لے آئے گا اور تم اس کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۳۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ
لَكُمْ اتَّقُوا اللَّهَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتَلْتُمْ
إِلَى الْأَرْضِ أَنْ رَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاءُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ إِلَّا تَتَفَرُّوْا
يَعِدُّ بِكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ وَيَسْتَبْدِلُ
قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَتَصَرَّوْهُ شَيْئًا ۚ وَاللَّهُ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے عیوب کا ذکر تھا اس آیہ مقدسہ میں ان کفار و مشرکین سے جنگ کا حکم دیا جا رہا ہے آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا جب حضور ﷺ فتح مکہ کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کو خبر ملی، رومی لشکر بڑی تعداد میں تبوک پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے، حضور ﷺ نے چاہا کہ رومیوں کی پیش قدمی روک دیں اور وہیں جا کر جہاد کیا جائے۔ اس کے مقام پر حملہ کرنے کو راز میں رکھا مگر اس غزوہ کا کھلا اعلان فرمایا، تبوک مدینہ منورہ سے خاصہ دور تھا، قریباً پانچ سو میل کی مسافت تھی موسم گرم تھا منافقین نے کمزور مسلمانوں کو اکسایا کہ دشمن کی تعداد بڑی ہے طاقت زیادہ ہے اس سازش کے سبب بعض صحابہ پر یہ سفر گراں گزرا۔ حضور ﷺ قریباً چالیس ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے اسی غزوہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال دے دیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آدھا مال پیش کر دیا۔ عبدالرحمان بن عوف نے ایک سواویہ پیش کی، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار مجاہدوں کو سامانِ جہاد دیا، دس ہزار اشرفیاں نو سو اونٹ مع سامان پیش کئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خاصی قربانی دی، عورتوں نے زیورات پیش کر دئے مدینہ منورہ کی حفاظت اور نگرانی کیلئے سیدنا علی المرتضیٰ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کو چھوڑا۔ عبداللہ بن ابی بھی شامل ہوا مگر راستہ سے واپس آ گیا۔ اس غزوہ میں جھنڈوں کی تقسیم اس طرح فرمائی گئی۔ بڑا جھنڈا سیدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو دیا گیا، دوسرا حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) کو، خزرج کا جھنڈا سیدنا حباب (رضی اللہ عنہ) کو۔ جو لوگ اس غزوہ سے رہ گئے کسی باعث ساتھ نہ دے سکے ان کے حق میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، اسی غزوہ میں حضور ﷺ کا وہ معجزہ ظاہر ہوا، ایک چشمہ میں پانی تھوڑا تھا حضور ﷺ نے لعاب مبارک ڈالا وہ بھر گیا، دشمن پر سخت ہیبت طاری ہو گئی، مقابلہ نہ ہوا رومی فوجیں واپس چلی گئیں۔ حضور ﷺ نے خالد بن ولید کو چار سو سے زیادہ سوار دے کر دومۃ الجندل پر حملہ کیلئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ خالد بن ولید دومۃ الجندل کے حکمران کو گرفتار کر کے لے آئے۔ حضور ﷺ نے اس پر جزیہ

مقرر کر کے اُسے آزاد کر دیا، حضور ﷺ تبوک میں قریباً بیس دن مقیم رہے اس موقع پر ایلہ کے حاکم نے حضور ﷺ کو سفید خمر تحفہ میں پیش کیا، آپ نے اُسے ایک چادر بخشی۔

اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو دشمن سے لڑنے کا حوصلہ دلایا جا رہا ہے ان کی ہمت بندھائی جا رہی ہے حوصلہ کرو تم نے بدر فتح کیا دشمن کی کثرت تھی وہ مار کھا گیا تم نے حنین کا میدان سر کیا، دشمن رسوا ہوا تم نے کئی جنگوں میں مشکلات برداشت کیں اب سست کیوں ہو رہے ہو؟ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح نہ دو اللہ تمہاری مدد فرمائے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آیہ مبارکہ میں ہے دشمن اللہ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے یعنی اللہ کے رسول کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ آیہ مبارکہ سے جہاد کا واجب ہونا واضح ہو رہا ہے صحابہ کو واضح فرمایا جا رہا ہے اگر تم نے سستی کی تو سخت عذاب ہوگا اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو مقرر کر دیا جائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
اَلَا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذَا اَخْرَجَهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي
الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ
اللّٰهَ مَعَنَا قَدْ نَزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتًا عَلَيْهِ
وَاٰيٰتُهُ يُجٰوِدُوْنَ لَهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا السُّفٰلٰی وَكَلِمَةَ اللّٰهِ
هِيَ الْعُلٰیٰ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

اگر تم نے رسول کی مدد نہیں کی تو بے شک اللہ نے اس کی مدد کی جب کفار و مشرکین نے ان کو بے وطن کر دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ (رسول اللہ) اپنے صاحب سے فرما رہے تھے تم غم نہ کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے ان پر طمانیت نازل فرمائی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور

اللہ
صلواتہ
العلیہ

کفار کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین بلند و بالا ہے
اور اللہ بہت غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے (۴۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا اگر تم نے دنیا کی حیات کو پسند کر لیا اور آخرت پر دھیان نہ کیا جہاد کیلئے نہ نکلے تو وہ تمہیں عذاب دے گا اسلام کی مدد فرمائے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ اس آیہ مقدسہ میں اس امر کا ثبوت دیا جا رہا ہے اسلام بہر حال ترقی کرے گا تم مدد کرو یا نہ کرو۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا جب حضور نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیدیا، مسلمان مختلف مقامات پر ہجرت کر کے چلے گئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے مگر ابنِ رغنہ نامی سردار آپ کو واپس لے آیا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر تم نے میرے ساتھ ہجرت کرنا ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہو گئے۔ حضور ﷺ کے ہجرت فرمانے کا راز کھلا تو کفار نے قصی ابن کلاب کے گھر میٹنگ کی کہ اب کیا کرنا چاہئے، یہ ہجرت کر کے باہر چلے گئے تو اسلام وہاں پھیل جائے گا اس مشورہ میں شیطان بھی ایک بوڑھے نجدی کی شکل میں شامل ہوا اور کہا میں تمہیں اچھا مشورہ دینے آیا ہوں ابو جہل نے کہا کہ ہر قبیلے کے دو دو آدمی اکٹھے ہو کر حملہ کر کے محمد (ﷺ) کو شہید کر دیں، جھگڑا چلے گا تو بنی ہاشم تمام قبیلوں سے لڑ نہ سکیں گے اور خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے ابلیس نے اس تجویز کو پسند کیا۔ دو (۲) دو (۲) آدمی پہرے پر کھڑے ہو گئے جبریل علیہ السلام نے کفار کی اس سازش کی خبر حضور ﷺ کو عرض کر دی۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ مطمئن ہو جاؤ کفار تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، محاصرہ کرنے والے ایک سو افراد تھے۔ حضور ﷺ نے ایک مٹھی پر مٹی لی اور سوہ یسین کی ایک آیہ مبارکہ پڑھ کر ان کی طرف پھینک دی وہ سب لوگوں کے سر پر پڑی اور وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکے حضور ﷺ نکل کر ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے گھر پہنچ گئے اور ابو بکر صدیق کو ساتھ لیا۔ غارِ ثور کی طرف روانہ

ہو گئے اس پہاڑ کو ”ثور“ اس لئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس پہاڑ پر ایک شخص ثور ابن بنات نے قیام کیا تھا اسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

حضور ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور تک پہنچ گئے ابو بکر بھی آگے ہوتے کبھی پیچھے ہوتے کہ کسی سمت سے دشمن کا حملہ ہو تو وہ حملہ مجھ پر ہو حضور محفوظ رہیں، غار پر پہنچ کر حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) میں پہلے اندر جا کر غار کو سنوار لوں کوئی موذی جانور نہ ہو، اندر آگئے سارے سوراخ بند کیے ایک سوراخ بچا، اس پر پاؤں رکھ دیا پھر حضور ﷺ کو اندر بلا لیا آپ آگئے ابو بکر کے زانوں پر حضور ﷺ نے سر رکھا اور سو گئے، انگوٹھے سے بند کئے گئے سوراخ سے سانپ نے کئی مرتبہ ڈسا مگر پاؤں نہ ہٹایا، کہیں حضور کی نیند میں فرق نہ آجائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گرم آنسو حضور ﷺ کے چہرہ انور پر گرے فرمایا ابو بکر! کیا ہے؟ عرض کیا حضور سانپ نے کئی مرتبہ ڈسا ہے، فرمایا پاؤں دکھاؤ، پاؤں نکالا تو حضور ﷺ نے لعاب مبارک لگایا زہر کا اثر ختم ہو گیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو پھر اُسی زہر نے اثر کیا تو وصال ہوا اور شہادت کا درجہ نصیب ہوا، کفار تلاش کرتے کرتے اس پہاڑ پر پہنچے، دشمن پوری طرح مسلح تھا ایک نے کہا غار کے اندر بھی دیکھ لو۔ امیہ بن خلف نے کہا نہیں غار کے منہ پر جالا تو بہت دیر کا ہے، اس غار میں حضور ﷺ تین دن مقیم رہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام مالک ابن فہیرہ صبح شام کھانے پینے کا نظام کرتے تھے اور کفار مکہ کی سازشوں سے آگاہ کرتے تھے۔ تفسیر خازن نے اس مقام پر ایک دلچسپ معجزہ کا ذکر بھی کیا ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس لگی تو حضور ﷺ سے عرض کی حضور! پیاس شدید ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ غار کے اس گوشے میں پانی ہے پی آؤ، صدیق اکبر گئے تو وہاں نہایت سفید ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ تھا وہاں سے پیٹ بھر کر پیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر! یہ کوثر کا چشمہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھیجا، اس آیت مبارکہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت سی خصوصیات واضح ہو رہی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے

حضور ﷺ کی مدد فرمائی تو اس مدد کا ذریعہ ابو بکر صدیق بنے۔

اس آیہ مبارکہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور کے ساتھ غار میں ٹائی فرمایا گیا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں صدیق اکبر کا صحابی ہونا نص قطعی سے ثابت ہو رہا ہے، ”لصاحبه“ کا ارشاد واضح ہے صدیق اکبر کو یہ شرف حاصل ہے کہ باپ صحابی ہیں خود صحابی ہیں بیٹے صحابی ہیں پوتے صحابی ہیں، آپ کے بغیر کسی دوسرے کو یہ شرف نصیب نہیں۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دشمن کے خطرہ سے حضور ﷺ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہوتے تو حضور ﷺ نے فرمایا ”لا تحزن“ غم نہ کریں یہ نہیں فرمایا ”خوف نہ کر“ کوئی مجھے مارنے آئے تو وہ حالت جو مجھ پر طاری ہوگی وہ خوف ہے دوسرے کو مارتے دیکھا جائے تو جو حالت دل پر طاری ہوگی وہ حزن ہے، معلوم ہوا یہاں پر ابو بکر کو اپنا ڈر نہیں تھا، رسول پاک ﷺ کا حزن تھا۔

اسی آیہ مبارکہ میں اللہ رب العزت کی معیت حضور و ابو بکر دونوں کے ساتھ ہے فرمایا گیا ”ان اللہ معنا“ ”موسیٰ علیہ السلام پر جب فرعون کی فوج آئی تو قوم نے کہا موسیٰ! دشمن آگیا ہے، آپ نے فرمایا ”ان ربی معی“ ”میرا رب میرے ساتھ ہے مگر محبوب فرماتے ہیں ابو بکر ”اللہ ہمارے ساتھ ہے“ ”موسیٰ علیہ السلام نے رب کے ساتھ ہونے کا ذکر کیا ہے مگر محبوب نے اللہ کے ساتھ ہونے کا ذکر کیا ہے، اللہ ذاتی نام ہے رب صفاتی نام ہے جب حضور ﷺ پر تسلی اُتری ہے تو ابو بکر ساتھ تھے ایک خفیہ لشکر سے مدد کی تو ابو بکر ساتھ تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے میں نے بھی اسی آیہ مبارکہ کے تحت اپنی کتاب ”جلوہ جاناں“ میں ہجرت کے موضوع پر کافی تفصیل سے لکھا ہے واللہ الحمد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہجرت میں حضور ﷺ کے ساتھ ہونا بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کو ابو بکر کے ایمان اور جاں نثاری پر مکمل اعتماد تھا ورنہ ساتھ نہ لے جاتے، غار ثور کی تین دنوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انوار رسالت میں اس طرح جذب ہو گئے کہ مدینہ منورہ میں استقبال کرنے والوں نے ابو بکر کو سمجھا یہ رسول ہیں، پھر ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر کا سایہ حضور پر کیا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے

کہ آقا وہ ہیں میں تو غلام ہوں۔ ان لوگوں پر حیرت ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں شک و شبہ کرتے ہیں، صدیق اکبر تاجر ہیں کاروباری ہیں مگر جاں نثاری کا یہ عالم ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر خطرناک حالت میں حضور ﷺ کا ساتھ دیتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
 اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا
 بِأَنفُسِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
 ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾
 اللہ کی راہ میں نکلے ہو کر یا جو بھل ہو کر (جو بھی
 حالت ہو) اور جہاد کرو اپنے مالوں اور جانوں
 سے اللہ کی راہ میں یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم
 جانتے ہو (۴۱)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کی ہجرت کا ذکر فرمایا گیا اور آپ کی مدد کا ذکر کیا گیا اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم دین کی حفاظت کیلئے کمر بستہ ہو کر اٹھو اور جہاد کیلئے نکلو ہم نے تو اپنے محبوب کی حفاظت کی ہے مدد کی ہے تم بھی اپنی سرفرازی چاہتے ہو تو مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑو محبوب کی مدد کرو۔ صحابہ سے فرمایا جا رہا ہے جہاد کیلئے نکلو مشکلات کی پرواہ نہ کرو اللہ کی راہ میں لڑو اگر کوئی شخص جہاد کیلئے جان نہیں سکتا، معذور ہے تو مال سے تعاون کر کے جہاد میں شریک ہو جائے اگر مالی طاقت نہیں رکھتا تو جہاد میں شامل ہو کر مجاہدوں کی صف میں شمار ہو جائے اگر مالی، جانی دونوں صورتوں میں کام کر سکتا ہے تو اس کی بہت بڑی سعادت ہوگی تمہارے لئے جہاد کرنا بہت بڑا ثواب ہے اگر تم اس راز کو جانتے ہو تو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اس حکم کا اس قدر اثر ہوا کہ عبداللہ ابن ام کلثوم نابینا تھے مگر آیت سن کر ہتھیار پہن لئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے، پھر حضور ﷺ نے جہاد میں جانے سے روکا کہ معذور ہیں۔ سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ جہاد میں جانے کیلئے اس قدر بے چین رہتے کہ کسی جہاد

میں پیچھے نہ رہتے اپنے کو آگے پیش کرتے۔ حضرت صفوان بن عمروؓ کے حاکم تھے آپ فرماتے ہیں میں نے ایک غزوہ میں ایک بہت بوڑھے ضعیف کو دیکھا کہ جہاد میں شامل تھے میں نے کہا بابا تم بہت بوڑھے ہو کمزور ہو، رک جاؤ مگر وہ نہ مانا اور کہا میں جہاد کی سعادت سے محروم کیوں رہوں، ایک اور جلیل القدر صحابی سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ہیں جن کی ایک آنکھ شہید ہو چکی تھی مگر آپ پھر بھی جہاد میں شریک ہونے کو ترجیح دیتے اور فرماتے اگر میں جہاد نہیں کر سکا تو کم از کم مجاہدین کی تعداد بڑھانے میں تو کام آ جاؤں گا ان کے سامان کی حفاظت کروں گا۔ قرآن مقدس کے اس پہلے ارشاد ”خفافا و ثقالا“ سے واضح ہوتا ہے جب مجاہد اپنے ٹھوس ارادے مضبوط عزم اور جاں نثاری کے جذبہ سے میدان جہاد کیلئے نکل پڑے تو اللہ اس کی مدد فرماتا ہے اسے لڑنے کی توفیق بخشتا ہے اس کی جاں نثاری کو قبول فرماتا ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے جہاد ایک بہترین عبادت ہے جو شروع سے آج تک ہے اور قیامت تک رہے گی جہاد منسوخ کرنے والے لوگ غلطی پر ہیں ”خفافا و ثقالا“ کا معنی یہ بھی ہے کہ جب جہاد کا اعلان ہو جائے تو تم جس حالت میں ہو میدان جنگ کا رخ کرو تمہاری کوئی مجبوری تمہیں روک نہ سکے فقیر ہو یا غریب ہو، بوڑھے ہو یا جوان ہو بیمار ہو یا تندرست ہو جہاد میں شریک ہو جاؤ جس صورت میں بھی ہو سکتے ہو دل چاہتا ہے تو زہے قسمت دل نہیں بھی چاہتا تو بھی شامل ہو جاؤ۔ مالی فراوانی ہے یا تنگ دستی ہر حالت میں شمولیت کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اگر کوئی سامان قریب ہوتا اور سفر درمیانہ سا ہوتا
تو ضرور تمہارے ساتھ ہو جاتے لیکن اُن پر
مشقت کا راستہ دور ہو گیا اور عنقریب اللہ کی قسمیں
کھائیں گے اگر ہم طاقت رکھتے تو ضرور تمہارے
ساتھ نکلتے اپنی جانوں کو برباد کر رہے ہیں اور اللہ
جانتا ہے بے شک وہ جھوٹے ہیں (۴۲)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا
لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ السُّفَّةُ
وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا
مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾

اللہ
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیہ مقدسہ میں کمزور ایمان والے لوگوں کا ذکر ہے جن کا ایمان زبانوں پر تو تھا مگر دل سے نہیں مانتے
تھے یہ منافقین کی جماعت تھی ان لوگوں نے غزوہ تبوک میں جانے کیلئے طرح طرح کے جھوٹے حیلے
بہانے بنائے اور شامل نہ ہوئے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا ہے یہ جھوٹے ہیں جھوٹی قسمیں اٹھائیں
گے بہانے بنائیں گے۔ اللہ جانتا ہے یہ اپنے کو برباد کر رہے ہیں جھوٹ بول رہے ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقع پر ایک طبقہ وہ تھا جو دل و جان سے روانگی پر تیار ہو گیا اور ایثار و قربانی کیلئے
اپنے کو پیش کر دیا ایک طبقہ ان کمزور مؤمنین کا تھا جو اپنی جسمانی کمزوری کے باعث شامل نہ ہو سکے مگر اپنی
زبان سے کچھ نہ کہا تیسرا گروہ منافقین کا تھا جن پر یہ لمبا سفر ناگوار گزرا۔ یہ آیہ مبارکہ اس تیسرے گروہ
کے حق میں نازل ہوئی حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب کریم منافقین کے گروہ کو اگر یہ امید ہوتی کہ مال
غنیمت آسانی سے مل جائے گا تو شامل ہو جاتے مگر ان کیلئے لمبا سفر گرمی کا موسم، دھوپ کی شدت مصیبت
بن کر دکھائی دے رہی تھی، آپ جب کامیابی سے ہمکنار ہو کر واپس مدینہ منورہ آجائیں گے تو یہ لوگ اللہ کی
قسمیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے ہم معذور تھے، بیمار تھے مجبور تھے ورنہ آپ کے ساتھ ضرور چلتے۔ محبوب کریم یہ
لوگ جھوٹی قسمیں اٹھا کر آپ کا کچھ نہیں بگاڑ رہے تھے اپنی ہی جانوں کو برباد کر رہے ہیں۔ مسلمانوں سے

فرمایا جا رہا ہے ان کی قسموں سے دھوکا نہ کھا بیٹھنا یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے دینی کاموں میں مشکلات بھی ہوں تو ایمانی تقاضا یہ ہے حوصلے ہمت سے اُن کاموں میں حصہ لیا جائے، بہانے بنانا جھوٹ بولنا ایمانی شیوہ نہیں۔ اخلاص، محبت، اطمینان اور پیار سے حضور ﷺ کی اتباع مومن کا بہترین شعار ہے، منافقین کا ایک گروہ تو ساتھ نہ گیا مگر پھر بھی مجاہدین جانباڑوں کی تعداد تیس ہزار تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا رومی بادشاہ کو جب اس قدر فوج کی اطلاع ملی تو اُس پر ہیبت طاری ہو گئی اور مقابلہ میں ہی نہ آیا حضور ﷺ اپنے جانباڑ صحابہ کے ساتھ چند روز وہاں ٹھہرے اور پھر واپس تشریف لے آئے تو منافقین نے جھوٹی قسمیں اٹھائیں اور سچے ہونے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے انہیں غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے کی اجازت کیوں دے دی (اگر آپ اجازت نہ دیتے) تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عذر پیش کرنے میں سچے کون ہیں اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے (۴۳) جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے میں کبھی آپ سے رخصت نہیں لیں گے اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہے (۴۴)

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَذِبِينَ ۚ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْفِكُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اللہ
الصلی
العظیم

تفسیر

منافقین نے جھوٹے بہانے بنا کر غزوہ تبوک میں نہ جانے کی اجازت مانگی، حضور ﷺ نے یہ

جانتے ہوئے کہ یہ جھوٹے بہانے بنا رہے ہیں اپنے عفو و درگزر اور رحمت کے پیش نظر انہیں اجازت دے دی بارگاہ قدس سے ارشاد ہوا محبوب اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے انہیں اجازت کیوں دے دی؟ آئیے مبارکہ میں ”عفا اللہ“ پہلے ہے اللہ آپ کو معاف کرے ”لَمْ اَذْنْتَ“ بعد میں ہے کہ تو نے اجازت کیوں دی؟ یہ جواب طلبی کا انداز بعد میں ہے پیار و محبت کا پہلو ”عفا اللہ“ پہلے ہے کہ محبوب کے قلب انور پر جواب طلبی کا انداز اثر انداز نہ ہو جائے۔ یہ انداز رب قدوس کا اپنے محبوب ﷺ سے انتہائی پیار و محبت کے عنوان کو واضح کر رہا ہے یہ بھی وہم نہ آئے کہ معافی تو گناہ کی ہوتی ہے حضور ﷺ معصوم ہیں تو معافی کیسی؟ یہ بھی یاد رہے معافی خلاف اولیٰ کی بھی ہوتی ہے یہاں گناہ پر معافی نہیں بلکہ خلاف اولیٰ پر ہے جو عصمت و نبوت کے منافی نہیں۔

عفو کا معنی صرف معاف کرنے کا ہی نہیں، یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، ”بڑھنے“ کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے ”اللہ آپ کو معاف فرمائے“ عربوں میں تعظیم و تکریم کا کلمہ ہے جسے کلام کے شروع میں ذکر کیا جاتا ہے جو شخص کسی کو بہت معزز ہو، پیارا ہو تو وہ اس کے متعلق کہتا ہے ”اللہ آپ کو معاف فرمائے“ بعض لوگوں کو جو غلطی ہوئی کہ حضور ﷺ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے (معاذ اللہ) اسی وجہ سے یہ فرمایا گیا ”اللہ تجھے معاف فرمائے“ یہ محض غلطی ہے، حضور ﷺ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا جس کی معافی دی جا رہی ہے اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے اللہ آپ کو عافیت سے رکھے آپ نے انہیں کیوں اجازت دی۔ ابو محمد کی فرماتے ہیں یہ کلمہ ایسے ہی ہے ”یا اعزک“ اللہ تیری اصلاح کرے، اللہ تجھے عزت دے ”لَمْ اَذْنْتَ“ تو نے انہیں کیوں اجازت دی بعد میں فرمایا جبکہ ”عفا اللہ“ پہلے فرمایا گیا تاکہ حضور ﷺ مطمئن رہیں۔

حضور ﷺ کو اختیار تھا کہ منافقین کو اجازت دیں یا نہ دیں اور جب آپ نے اجازت دے دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ اجازت نہ دیتے تو پھر بھی یہ لوگ اپنے نفاق کی وجہ سے غزوہ میں شامل نہ ہوتے اور

اچھی طرح نمایاں ہو جاتے کہ وہ نفاق کر رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ
 فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝ وَلَوْ أَرَادُوا
 الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ
 اللَّهُ امْتِعَانَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا
 مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝

اللہ
 الصّٰدِقُ
 العَظِيمُ

آپ سے جہاد میں نہ جانے کی اجازت وہی
 طلب کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر
 ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دلوں میں شکوک
 ہیں پس وہ اپنے شکوک میں حیران رہتے ہیں
 (۲۵) اور اگر وہ جہاد کیلئے نکلنے کا ارادہ کرتے تو
 اس کیلئے سفر خرچ کی تیاری کرتے لیکن اللہ کو
 ان کا نکلنا ناپسند تھا تو اللہ نے انہیں بزدل کر دیا
 اور ان سے کہہ دیا کہ پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ
 بیٹھے رہو (۲۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کی اس حالت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جہاد میں نہ جانے کیلئے حیلے بہانے
 بناتے، بے معنی عذر پیش کرتے، مسلمانوں کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ تم منافقین کی سی عادتوں سے بچو۔ منافقین
 کا بہانے بنانا اسلام دشمنی ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے
 غزوہ تبوک کا اعلان فرمایا تو مومنین تو تیاری میں لگ گئے اور وقت پر روانہ ہو گئے مگر مدینہ منورہ کے منافقین
 نے جن کی تعداد چالیس کے لگ بھگ بتائی گئی ہے تیاری نہ کی اور کئی بہانے بنائے۔ ایک بہانہ یہ بھی تھا کہ
 سفر لمبا ہے تیاری نہیں کی اس لئے روانگی سے مجبوری ہے ایسے لوگوں کے بارہ میں یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! غزوہ تبوک یا دوسرے ایسے غزوات میں نہ جانے کی اجازت آپ سے وہی مانگتے ہیں جو نہ تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر صرف ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے ہیں اسلام کے بارہ میں شک و شبہات میں مبتلا رہتے ہیں پتہ نہیں یہ دین سچا ہے یا نہیں یا یہ شک کرتے ہیں پتہ نہیں اس جہاد پر ثواب ہو گا یا نہیں یا یہ شک کہ حضور (ﷺ) جو باتیں کرتے ہیں پتہ نہیں وہ پوری ہوں گی یا نہیں۔ یہ وسوسے شکوک تو انہیں اب پیدا ہو رہے ہیں، جہاد کی تیاری تو انہوں نے پہلے سے ہی نہیں کی تھی شروع سے ہی ان کے ارادے خراب تھے جہاد میں شامل نہ ہونے کے فیصلے تھے ان کے ارادے اس لئے نہ بن سکے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا جانا پسند ہی نہیں کیا تھا ان کے دلوں میں سُستی کا بلی پیدا کر دی گئی یہ سوال پیدا نہیں ہو سکے گا کہ جب اللہ ان کا جانا چاہتا ہی نہیں تھا تو ان پر کیا اعتراض چونکہ انہوں نے پہلے ہی نہ جانے کا منصوبہ بنا لیا اللہ نے ان کا جانا پسند ہی نہ کیا انہیں کہہ دیا جیسے مدینہ منورہ میں بچے، بوڑھے، خواتین بیمار لوگ رہ گئے ہیں تم بھی رہ جاؤ۔

آیہ مبارکہ میں اسلام کے بارہ میں شک و شبہات کی بیماری کو منافقین کی بیماری فرمایا گیا جس سے بچا جانا ضروری ہے، خدا پناہ یہ بیماری لگ جائے تو نماز، روزہ، تلاوت ایسے اعمال بھی مفید ثابت نہیں ہوتے۔ جہاد بہترین عبادت ہے ضرورت پر اس کی تیاری کرنا اللہ کی رضا اور تیاری نہ کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے آیہ کریمہ کے آخر میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اچھی ہے بُروں کی صحبت سے بچا جائے

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تم میں فساد پھیلاتے اور تم میں فتنہ ڈالنے کیلئے افواہیں پھیلاتے اور تم میں اُن کی باتیں سننے والے موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے (۴۷) بے شک انہوں نے پہلے ہی فتنہ پھیلانے کی کوشش کی اور انہوں نے آپ کیلئے کئی تدبیریں کی تھیں یہاں تک کہ اللہ کی مدد آگئی اور اس (مدد) کو ناپسند کرنے والے تھے (۴۸)

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا
وَلَا أُضْعِفُوا خَلْقَكُمْ يَبْغُونَكُمْ الْفِتْنَةَ
وَفِيكُمْ سَاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِالظَّالِمِينَ ۝ لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ
قَبْلُ وَقَلَبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ
الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ۝

صَلَّى
الْحَقُّ

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں ارشاد تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا غزوہ تبوک میں جانا پسند ہی نہ تھا، اب فرمایا جا رہا ہے کہ غزوہ تبوک میں ان کی شمولیت پسند اس لئے نہ تھی کہ انہوں نے وہاں جا کر فتنہ و فساد پھیلانے کے علاوہ کچھ نہیں کرنا تھا۔ حضور ﷺ نے خواتین کو ساتھ نہ جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس آیہ پاک میں ارشاد ہے محبوب کا اجازت نہ دینا اچھا تھا کہ انہوں نے وہاں جا کر فساد کے بغیر کچھ کرنا ہی نہ تھا۔

ایمانداروں کو فرمایا جا رہا ہے اے ایمان والو! منافقین کا غزوہ میں نہ جانا ہی بہتر تھا اگر چلے جاتے تو نقصان، فتنہ، فساد کے علاوہ کچھ نہ کرتے دشمن کی فوج سے ڈراتے، رومیوں کی ہیبت تمہارے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے، جنگ نہ کرنے کیلئے مختلف حیلے بہانے بناتے جو نقصان دہ تھے پہلے ہی تم میں جاسوس موجود ہیں جو تمہاری باتیں ان تک پہنچانے کیلئے سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کا تمہارے ساتھ نہ جانا ہی ٹھیک تھا۔ اس ارشاد سے نبوت کی دور رس نگاہ کا پتہ چلتا ہے کہ محبوب نے انہیں اجازت دے کر دین کی حفاظت کی ہے۔

مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں نے پہلے ہی غزوہ احد میں فتنے پھیلانے، فسادات کو فروغ دیا۔ اے محبوب کریم! یہ لوگ آپ کے خلاف تدبیریں کرتے رہتے ہیں یہ تو اللہ کا کرم تھا کہ مسلمانوں کو فتوحات سے نواز دیا اور اسلام کو عروج نصیب ہوا، یہ لوگ تو اسلام کے عروج کو ناپسند کرتے تھے، جہاد میں شامل ہونا تو اچھا کام تھا مگر ان کی نیت خراب تھی، ارادے بد تھے اس لئے ان کیلئے جہاد میں جانا مفید ہی نہ تھا ”انما الاعمال بالنیات“ کاموں کا دار و مدار نیتوں پر مبنی ہوتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے سارے کام اللہ کی رضا کے تحت ہیں، حضور ﷺ نے منافقین کو غزوہ میں جانے کی اجازت نہ دی۔ رب قدوس فرماتا ہے میری مرضی بھی یہی تھی کہ وہ نہ جائیں تاکہ وہاں پہنچ کر فتنہ فساد نہ پھیلانیں، اُن کے نہ جانے میں ایک حکمت یہ بھی فرمائی گئی کہ مسلمانوں میں کچھ بھولے بھالے مسلمان ایسے بھی ہیں جو اُن کی جھوٹی افواہوں سے متاثر ہو سکتے تھے۔ پھر منافقین کے ساتھ نہ جانے کیلئے جتنے عذر تھے وہ سارے بے معنی غلط اور حق سے دور تھے، ساتھ نہ جانے کیلئے ان کے عذر بھی ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ کی ایک مثال ہے۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو مطمئن فرمایا گیا ہے مگر منافقین کا تمہارے ساتھ نہ جانا تمہارے لئے مفید رہا ہے یہ وہاں جا کر بھی خرابی کرتے جیسے جنگ احد میں عبد اللہ بن ابی منافق حنین جنگ کے موقع پر اپنے تین سوساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے نکل گیا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ اِذْنًا لِّي وَلَا
تَفْتِنَنِي ۖ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۴۹﴾
اور اُن میں سے کوئی یوں کہتا ہے مجھے رخصت
دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈال لے آگاہ ہو جاؤ وہ فتنہ
میں ہی پڑے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو
گھیرے ہوئے ہے (۴۹)

اللہ
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کے مذاق اور تمسخر کا ذکر ہے جو مسلمانوں سے کرتے تھے غزوہ تبوک میں اس برے مذاق کا ذکر کیا گیا۔ اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب تفسیر خازن نے اس طرح لکھا ہے جب حضور ﷺ غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو ایک مشہور منافق جد ابن قیس کو فرمایا کہ تمہاری جہاد کے متعلق کیا رائے ہے؟ اس نے بطور عذر کہا یا رسول اللہ میں عورتوں سے دل لگی رکھتا ہوں، جب کہیں حسین عورت نظر آتی ہے تو میں صبر نہیں کر سکتا جس قوم سے ہم جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں یہ سارے رومی ہیں اور ان کی عورتیں صاحبِ حُسن و جمال ہوتی ہیں مجھے ڈر ہے کہیں میں مصیبت میں نہ پھنس جاؤں، حضور مہربانی کیجئے مجھے ساتھ نہ لیجائیں یہیں چھوڑے جائیں، حضور نے فرمایا تیری مرضی اس ابن قیس منافق کے متعلق یہ آیہ پاک اُتری۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ اس کا محض ایک بہانہ تھا، اصل صورت یہی ہے یہ سب کچھ اس کا کہنا منافقت ہے اس نے دوسرا بہانہ بھی بنایا کہ میرا گھراکیلا ہے محفوظ نہیں، یہ جد ابن قیس وہی منافق ہے جو بیعت رضوان میں شریک نہ ہوا، حضور ﷺ کا حکم نہ مانا، جہاد میں نہ جانا، مدینہ میں رہنے کیلئے جھوٹ بولنا، یہ کہنا میرا گھر محفوظ نہیں، یہ ساری باتیں دین کا مذاق اڑانا ہے یہ سب کچھ فتنہ ہی فتنہ ہے۔ ”الافی الفتنۃ سقطوا“ کا ارشاد منافقین کی ان ساری شرارتوں کو محیط ہے، جد ابن قیس ایک موہوم فتنہ کا ذکر کر کے فتنوں میں گھر گیا اور بدنام ہو گیا۔ اس کی ساری باتوں سے اس کا نفاق ظاہر ہو رہا ہے ایسے سارے لوگ بدنام ہو گئے قیامت کے دن انہیں دوزخ گھیرے گا۔

منافقین یہ نہ سمجھ سکے کہ اس موقع پر ان کا جہاد سے پہلو تہی کرنا ایک عظیم جرم ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔ آیہ مبارکہ کے آخری الفاظ میں کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جہنم انہیں گھیرے گی جس سے واضح ہو رہا ہے مومن اور کافر کے جہنم میں جانے کا فرق ہے مومن بھی اپنی بعض بد اعمالیوں کے باعث جہنم میں جائے گا مگر جہنم اُسے گھیرے گی نہیں اس کا دل، دماغ اعضاء سجدہ آگ سے محفوظ رہیں گے۔ اس

مشہور منافق جدا بن قیس نے حضور ﷺ کے سامنے کس قدر بے حیائی کی باتیں کیں اُس کا یہ انداز گفتگو بتاتا ہے وہ مومن نہیں اس کی ساری باتیں بے حیائی کی ہیں اور ایماندار میں حیاء ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بُری لگتی ہے اور
اگر کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے پہلے ہی
اپنا کام درست کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے
لوٹتے ہیں (۵۰) آپ کہہ دیجئے ہمیں کوئی
مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوا اس کے جو اللہ نے
ہمارے لئے لکھ دی ہے وہی ہمارا حامی ہے ناصر
ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ چاہئے (۵۱)

إِنْ تُصِيبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ
تُصِيبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا
أَمْرًا مِنْ رَبِّهِمْ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ
قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا
هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾

صَلَّى
الْحَقِّ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے بہانوں حیلوں کا ذکر تھا کہ وہ جہاد میں شامل ہونا نہیں چاہتے تھے اور
طرح طرح کے غلط بہانے بناتے تھے۔ اس آیہ کریمہ میں اُن کی دوسری حرکت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ
ان حیلوں بہانوں کو اپنی عقلمندی خیال کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی دانشمندی سے جنگ سے نجات حاصل کر
لی ہے۔

آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب صاحب روح المعانی نے یہ لکھا ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے تو منافقین اور اُن کے سرداروں نے
یہ خبر اُڑادی حضور ﷺ گرمی کی شدت سے راستہ میں ہی شہید ہو گئے ہیں اس خبر سے منافقین نے بڑی خوشی
منائی بعد میں جب پتہ چلا کہ یہ خبر غلط ہے اور حضور ﷺ اور تمام صحابہ بخیریت ہیں، تبوک میں جنگ تو ہوئی

ہی نہ تھی دشمن اسلامی لشکر سے مرعوب ہو گیا اور میدان چھوڑ گیا ایماندار بعافیت ہیں اس خبر پر انہیں صدمہ ہوا کہ مسلمانوں کو تکلیف کیوں نہ ہوئی؟ منافقین شرمسار ہوئے تو یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں۔

حضور ﷺ کو مطمئن فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب کفار و منافقین کی تو یہ حالت ہے کہ آپ کو عزت، رحمت، برکت ملے تو یہ جل جاتے ہیں بھٹن جاتے ہیں مگر کوئی تکلیف پہنچے تو خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے پہلے ہی نہ جانے کی تدبیر کر لی تھی اور مسلمانوں سے مل کر کفار کو ناراض نہیں کیا ہماری سکیم کامیاب رہی ہے۔ محبوب! آپ ان بد نصیبوں سے فرما دیں تمہارے جانے نہ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمیں تکلیف تو وہی پہنچے گی جو ہمارے لئے لوح محفوظ پر لکھی گئی ہے اور قدرت کا ہر فیصلہ ہمارے لئے بہتر و مفید ہے تکلیف ہو یا راحت ہم اسی کے فیصلوں پر صابر و شاکر ہیں۔ رب تعالیٰ ہمارا والی ہے کار ساز ہے مددگار ہے وہی کریم ہے اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے ایمانداروں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ کسی ایماندار کی تکلیف پر خوشی منافقین کا عمل ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”بھلائی پہنچنے سے مراد“ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح ہے اور مصیبت پہنچنے سے جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست مراد ہے، ویسے اس آیہ پاک میں عموم ہے کفار منافقین کو مسلمانوں کی ہر خوشی تکلیف دیتی ہے ہر رنج سے وہ خوش ہوتے ہیں۔

یہ یاد رہے اسلام میں جہاد کا حکم خدا نخواستہ کسی ملک گیری سلطنت چلانے کیلئے ہیں صرف اور صرف رضاء الہی کیلئے ہے کہ دین میں اس کی رضا کو فروغ ملے۔ آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ دینی کاموں سے جان بچانا بہانے بنانا ایمانداروں کا کام نہیں منافقین کا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں نہایت جاں بازی محنت اور ہمت سے شمولیت کی۔ تبوک کے موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے، کھانا تیار ہو رہا تھا گھر میں آرام تھا سایہ تھا پھل موجود تھا، بیوی سے فرمایا، حضور (ﷺ) کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی، حضور تو تبوک تشریف لے گئے آپ نے فوراً سواری کا

رُخ تبوک کو پھیر لیا اور فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے حضور دھوپ میں ہوں اور میں باغ میں مرغن کھانا کھاؤں، اپنی سواری سے اترے نہیں تھے کہ حضور واپس تشریف لا رہے تھے بے حد خوش ہوئے کہ حضور امن خیر فضل سے واپس آ رہے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں ایمانداروں کو اللہ پر توکل اُسی پر بھروسہ کا درس ملتا ہے، دنیا دار مال و دولت پر بھروسہ کرتے ہیں ایماندار اپنے خدا پر، دنیا دار اپنی ظاہری کامیابیوں پر خوش ہوتے ہیں، ایماندار رضاء الہی پر نازاں ہوتے ہیں اسی رضاء الہی کیلئے اپنا سر کٹنا اپنا خون بہانا راحت و سعادت کا سبب بنتا ہے۔

آیہ کریمہ کے اندر حضور ﷺ کا تبوک کیلئے تیار ہونا صحابہ کو آمادہ فرمانا جنت کیلئے لکھنا بتاتا ہے کہ ایماندار کیلئے توکل کے ساتھ ارادہ، تدبیر ہمت، تیاری بھی ضروری ہے، بغیر محنت تدبیر کے توکل کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تمام تدابیر کوششیں اختیار کر لینے کے بعد اللہ پر بھروسہ توکل مفید و کارآمد ہے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنا کام نہ کرنا اور پھر توکل کرنا یہ توکل نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(محبوب) آپ کہہ دیجئے کہ تم ہماری دو بہتریوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمہارے متعلق انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں عذاب دیدے تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں (۵۲) (محبوب) آپ کہہ دیجئے تم اللہ کی راہ میں خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ تم فاسق لوگ ہو (۵۳)

قُلْ هَلْ تَرْتَضُونَ بِنَا الْإِلَاحِدَى
الْحُسْنَيْنَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرْتَضُ بِكُمْ أَنْ
يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ
أَوْ بِأَيْدِي نَا فَنَتَرَكُصُوا إِنْ أَمَعَكُمْ
مُّتَرْتَضُونَ ۝ قُلْ الْفَقُّو طَوْعًا أَوْ
كَرْهًا لَّنْ يَتَقَبَّلَ مِنْكُمْ إِنْكُمْ
كُنْتُمْ قَوْمًا فَسِقِينَ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کو ان کی ایک خوشی کا جواب دیا جا رہا ہے جو وہ ایمانداروں کی تکلیف پر خوشی مناتے تھے اچھا ہوا مسلمانوں کو رنج پہنچا۔ فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ انہیں کہہ دیں جس چیز پر تم خوشی مناتے ہو وہ ہمارے لئے اللہ کی رحمت ہے مسلمان تو جہاد میں جانے، وہاں لڑنے شہید ہونے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا مشہور منافق جد بن قیس نے غزوہ تبوک میں جانے سے بہانہ بنایا جس کا ذکر ہو چکا اس ضمن میں اس نے ایک اور بات کہی جنگ میں تو نہیں جاؤں گا مگر اپنا مال وہاں پر خرچ کیلئے دیتا ہوں۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ تم غزوہ میں مال خوشی سے خرچ کرو یا کسی مجبوری سے وہ قبول ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ جد بن قیس کا بیٹا عبد اللہ مخلص تھا جب جد بن قیس گھر آیا تو اس کے بیٹے نے کہا بابا! تجھے تبوک میں جانے سے تیری منافقت نے روکا، اب جلدی تیرے بارے میں آیات نازل ہو جائیں گی جن سے تو بدنام ہوگا اُس نے اپنے بیٹے کو مارا۔ پھر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں تو بیٹے نے کہا دیکھو بابا میری بات پوری ہو گئی کہ تیرے بارے میں آیات اُتر آئیں، باپ نے پھر سخت لہجے میں بیٹے سے کہا بس اب چپ کر تو تو میرے لئے محمد (ﷺ) سے بھی زیادہ ثابت ہو رہا ہے۔

محبوب کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ ان منافقین کو فرما دیں تم ہمارے سلسلہ میں دو باتوں کا انتظار کرتے ہو ایک تو فتح کا یہ تمہارے لئے صدمہ ہے دوسری بات ہماری شہادت کا یہ تمہارے لئے خوشی ہوتی ہے مگر یاد رکھو یہ دونوں باتیں ہمارے لئے اچھی ہیں، شہید ہو گئے تو حیات ابدی مل گئی ہمارا خون کام آگیا اگر فاتح بن کر لوٹ آئے تو ہمارے لئے حلال رزق کا سبب بن گیا عزت و کامیابی مقدر بن گئی کفار کے دلوں میں اسلام کی عظمت و ہیبت بیٹھ گئی، ہم بھی تمہارے متعلق انتظار کرتے ہیں تم پر کوئی عذاب نازل ہو یا ہمارے ہاتھوں مارے جاؤ۔

آیہ کریمہ سے واضح ہے مومن اللہ کی طرف سے ہر آنے والی شئی پر صابر و شاکر رہتا ہے اس سے اس کا روحانی مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ قرآن مقدس نے مومن کی دونوں حالتوں کو اچھا فرمایا ہے، شہید ہو جائے یا جیت جائے، دونوں حالتیں اس کیلئے خیر و برکت کا سبب ہیں۔ یہ بھی فرمایا گیا منافق جس قدر بھی اپنا مال دین کی راہ پر خرچ کرے وہ قبول نہیں ہوگا کہ یہ منافق رسول اللہ ﷺ سے مخلص نہیں، نبی کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں مومن اور منافق کا فرق بھی واضح فرمادیا گیا مومن جہاد کیلئے خوشی خوشی نکلتا ہے، منافق بہانہ سازیاں کر کے بچنے کی کوششیں کرتا ہے۔ کافر کو دنیا میں کسی اچھائی کا اجر دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جیسے حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ملتی ہے آپ نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ابن جدعان دور جاہلیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا رہا اس کو یہ کام نفع دیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا اُسے یہ کام نفع نہیں دیں گے اس نے کبھی بھی یہ نہ کہا اللہ حساب کے دن میری خطاؤں کو بخش دینا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقَبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ
 إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ
 وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى
 وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ۖ
 فَلَا تُجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ
 إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ
 وَهُمْ كَافِرُونَ ۝
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ
 وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

اُن کے خرچ کیے ہوئے کو صرف اس وجہ سے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نماز پڑھنے کیلئے کاہلی اور سستی سے آتے تھے اور اللہ کی راہ میں ناخوشی سے خرچ کرتے تھے (۵۴) ان کے مال اولاد سے تعجب نہ ہوا، اللہ چاہتا ہے کہ ان کو ان کے مال کے سبب ان کو دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں ٹکلیں کہ وہ کفر کرنے والے ہوں (۵۵)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا منافقین کے صدقات و خیرات قبول نہیں، اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے ان کی خیرات قبول نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو اللہ کو مانتے ہیں نہ رسول اللہ کو، ان کے صدقات و خیرات قبول نہ ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے نیز اس آیہ مبارکہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان کے صدقات و خیرات تو انہیں فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے اور نہ ہی ان کے مال اولاد انہیں مفید ثابت ہوں گے وہ بھی ان کیلئے بربادی کا سبب بنیں گے۔

آیہ مبارکہ میں منافقین کی نااہلی کی ایک وجہ یہ بھی فرمائی گئی ہے نماز کو جاتے ہیں تو انتہائی بددلی سے کہ لوگوں کو دکھا دیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں، مسلمان ہیں ان کی خیرات بھی لوگوں کو دکھا دے کیلئے ہے یہ لوگ خیرات، صدقات کو بھی بوجھ سمجھ کر بددلی سے دیتے ہیں۔ نماز پڑھنے میں تو دلی ذوق چاہئے وہ ان میں ہے نہیں۔ ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے ان کی عبادات پر مطمئن نہ ہو جائیں یہ اسلام کے مخالف و دشمن ہیں ان کی اولاد ان کا مال بھی ان کیلئے مصیبت ہے، آیہ مبارکہ میں واضح فرمایا گیا ہے کوئی عبادت عمل صالح کفر کے ہوتے فائدہ نہیں دیتا۔ قبولیت کے لئے شرط ایمان ہے کفار و منافقین کے صدقات و خیرات کا صلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ آخرت میں عذاب ہی عذاب ہے مسلمانوں کیلئے ہدایت دی گئی ہے کہ سُستی کا پہلی بددلی سے نماز پڑھنا منافقین کا عمل ہے مسلمان اس سے بچیں مساجد کا رخ کریں تو عشق و محبت سکون اور ذوق سے جائیں، اطمینان سے نماز ادا کریں منافقین کے عمل سے بچیں مال اولاد، کاروبار، معاش جو بھی خدا سے غافل کر دے وہ وبال جان ہے اگر مال اولاد معاش کا رو بار خدا سے دور نہیں کرتے تو یہ خیر ہی خیر ہے۔ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے دنیا کی وضاحت اس طرح کی ہے،

چسٹ دنیا از خدا غافل بدن نے قماش روزی و فرزند وزن

(ترجمہ: خدا سے غافل کر دینے والی ہر شے دنیا ہے اگر کاروبار معاش اولاد خدا سے غافل نہیں کرتے تو اللہ کا احسان ہے)

آیہ مبارکہ میں واضح فرمایا گیا ہے کہ کفار و منافقین اسلام کی مخالفت کے باوجود صاحب مال و جائیداد تھے ان کے مال کو ان کی بربادی کا سبب بتا دیا گیا ہے کہ کوئی سادہ لوح بندہ یہ نہ خیال کر لے اگر کفر و نفاق بُری شے ہوتی تو انہیں اس قدر مال و دولت کیوں دیا جاتا ان کے مال کو ان کی بربادی کا سبب فرما کر بتا دیا گیا ہے ایمان نہ ہو تو مال و دولت بے کار ہے، فتنہ ہے عذاب ہے، کفار و مشرکین کو مال و دولت کی خوشی میں اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہی نہ ہوگی اور وہ کفر کی حالت میں ہی مرجائیں گے اور یہ پرلے درجے کی بدنصیبی ہے، نامرادی یہ ہے جو بھی نعمت بندے کے دل سے یاد الہی اور یاد محبوب کو مٹا دے وہ وبال جان ہے، عذاب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور
تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ
ڈرتے ہیں (کہ تم ان سے سخت سلوک نہ کرو)
(۵۶) کہ انہیں کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا تہہ
خانے یا داخل ہونے کی کوئی بھی جگہ تو اس طرف
رسیاں توڑاتے ہوئے پھر جائیں گے (۵۷)

صلی اللہ علیہ وسلم
الحطیم

تفسیر

بچپلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے صدقہ و خیرات کا ذکر تھا کہ وہ محض دکھاوے کے طور پر خرچ کرتے ہیں اللہ کی رضا اور اسلام سے پیار و محبت کی بناء پر نہیں۔ اس آیہ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین جو تمہارے ساتھ رہ رہے ہیں یہ بھی ان کی مجبوری ہے اگر انہیں کہیں دوسری جگہ پناہ مل جائے تو وہ جھٹ اس طرف پھر جائیں گے یہ لوگ جھوٹی قسمیں اٹھا اٹھا کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے منافق تمہیں خوش رکھنے کیلئے کئی قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں کبھی اللہ کی راہ میں چندہ دیتے ہیں کہ مسلمان خوش ہو جائیں کبھی تمہیں راضی رکھنے کیلئے قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ان کی یہ ساری تدبیریں تجویزیں، غلط کاریاں اس لئے ہیں کہ یہ تم سے ڈرتے ہیں کہیں ان کے ساتھ بھی مشرکین کا سا سلوک نہ کیا جائے۔

پھر فرمایا گیا اگر انہیں کہیں چھپنے، جان بچانے کی پناہ مل جائے کوئی تہہ خانہ میسر ہو جائے اگر چہ انہیں وہاں پر کیسی ہی تنگی ہو یہ جھٹ چلے جائیں گے۔ مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے منافقین کی سازشوں سے بچے رہنا یہ دھوکہ باز ہیں جھوٹے ہیں اسلام دشمن ہیں جس قدر بھی تمہیں یقین دلائیں تمہارے وفادار نہیں۔

اس آئیہ مبارکہ میں منافقین کے عیوب کا ذکر فرمایا گیا ہے اور مسلمانوں کو ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے ہمارے بعض مسلمان جو بات بات پر جھوٹی قسم اٹھانے میں ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے وہ سوچیں، جھوٹی قسمیں اٹھانا منافقین کا عمل ہے مومن اس سے بہت دور ہے۔ ایمان دار مر جانے کو نقصان اٹھانے پر ترجیح دیتا ہے جھوٹی قسم نہیں اٹھاتا۔ قرآن مقدس نے ان کے متعلق ”ماہم منکم“ وہ تم سے نہیں فرما کر انہیں ایمانداروں کی صفوں سے نکال دیا ہے۔ منافقین کے بارہ میں آئیہ کریمہ کے آخر میں یہ بھی فرمادیا گیا ”قوم یفرقون“ وہ تم سے ڈرتے ہیں ان کے دلوں پر یہ رُعب ہیبت ایمان کی ہے ورنہ مالی لحاظ سے تو منافقین مسلمانوں سے آگے تھے ایمانی قوت کفر و نفاق پر غالب ہے وہ مالی لحاظ سے کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔۔۔

ایمان دار حضور ﷺ کے پیار و محبت سے حضور کی پناہ میں آجاتا ہے کافر منافق حضور کی دشمنی سے اللہ کے عذاب اور غضب میں پہنچ جاتا ہے۔ منافقین کی یہ حالت تھی اسلام سے دشمنی بھی ہے مگر اسلامی حکومت کے علاوہ کہیں دوسری جگہ پناہ بھی نہیں ملتی، یہ بے ضمیر لوگ جھوٹی قسمیں اٹھا اٹھا کر مسلمانوں کو مطمئن کرتے ہیں، ایمان والوں کی باتوں پر اعتبار نہ کرنا یہ تو محض اپنی مجبوری کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں اگر انہیں پناہ ملے تو چلے جائیں، ایمان دل کی خوشی و رضا سے حضور ﷺ کو ماننے کا نام ہے اور ان کے دلوں میں یہ کیفیت نہیں ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ
فَإِنْ أَعْطُوا مِنْهَا رِضْوَانًا لَمْ
يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾
وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَقَالُوا احْسِبْنَا اللَّهُ سَيِّئَاتِيكَ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ
رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

ﷺ
الْحَقِيقَةُ

اور ان میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم میں
آپ پر طعن کرتے ہیں سوا اگر انہیں دیا جائے تو
خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں نہ دیا جائے تو
اس وقت ناراض ہو جاتے ہیں (۵۸) (اور کیا
اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو انہیں
اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ
کافی ہے۔ ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل
سے عطا فرمائے گا ہم تو اللہ کی طرف رغبت
کرنے والے ہیں (۵۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے اس عیب کا ذکر تھا کہ وہ جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان
یقین دلاتے ہیں اس آیہ پاک میں ان کے ایک اور جرم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ حضور ﷺ پر طعن و تشنیع اور
الزام بازی اُن کا مشغلہ تھا۔ اُن کا یہ معمول انہیں اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، حضور ﷺ فتح حنین کے بعد مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے،
فتح مکہ میں ایمان لانے والوں کیلئے بہت کرم فرمایا، زیادہ انعام سے نوازا، پرانے مسلمانوں کو کچھ کم دیا آپ
مالک ہیں آپ کو حق ہے جسے چاہیں جتنا چاہیں جس کو چاہیں دیں۔ حضور ﷺ کے اس فیصلہ پر بنی تمیم کا
ایک شخص جسے ذوالنحویہ کہتے تھے وہ بولا یا رسول اللہ! آپ تقسیم میں انصاف کریں، حضور فرماتے ہیں اگر
میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا اس شخص کی اس زبان درازی پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُسے
قتل کی اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے اُسے قتل کی اجازت نہ دی ایک اور روایت میں اس الزام لگانے

والے شخص کا نام ابوالجواظ آیا ہے۔ منافقین کے گمراہ ہونے کا یہ ثبوت بڑا واضح ہے وہ حضور ﷺ پر الزام لگانے میں آپ کے عدل و انصاف کے منکر ہیں اگر انہیں ان کی خواہش کے مطابق دیا جائے تو خوش ہیں ورنہ ناراض۔

کتنا اچھا تھا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے فیصلے پر راضی ہو جاتے اور کہہ دیتے ہم اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی ہیں وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اگر یہ ایسا کہتے تو بہت اچھا تھا۔
روح المعانی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے، اس موقع پر جب منافقین نے الزام لگایا تو حضور ﷺ کو صدمہ پہنچا اور فرمایا موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو انہیں اس سے زیادہ ستایا گیا انہوں نے اس پر صبر کیا۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہے منافقین نے اپنا عیب چھپانے کیلئے بہت کچھ کیا اور کہا مگر ان کے منہوں سے ایسے الفاظ کلمات نکل گئے کہ ان کا نفاق چھپ نہ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر الزام لگانے والوں کو منافق اور اسلام کے دشمن کہا ہے، مال ملے تو حضور پر راضی ہوں، نہ ملے تو ناراض۔ یہ ایمان نہیں بلکہ ایمان یہ ہے کہ ملے یا نہ ملے تھوڑا ہو یا زیادہ اس پر راضی ہونا کہ حضور کے ہاتھوں سے مل رہا ہے یہ ایمان ہے اور یہ عقیدہ ہو حضور جو کچھ دے رہے ہیں جیسے دے رہے ہیں یہ اللہ کے حکم سے ہے۔

آیہ مبارکہ کے شروع میں ہے کہ منافقین حضور کو صدقات تقسیم کرنے میں الزام لگاتے ہیں اگر صدقات سے مراد صدقات واجبہ ہوں تو منافقین کو اس سے حصہ دینا اس لئے تھا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اگر صدقات سے مراد ناقضہ مراد ہوں تو کوئی اعتراض نہیں رہتا کہ نفلی صدقات میں غیر مسلموں کو دینا جائز ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

آیہ مبارکہ میں واضح ہے اگر وہ کہہ دیتے ہم اللہ اور اس کے رسول کے دیئے پر راضی ہیں اور کہہ دیتے ہمیں اللہ کافی ہے، اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے تو بہت اچھا ہوتا جس سے واضح ہے ہر

نیک کام میں اللہ اور رسول کی خوشنودی اصل ہے اگر یہ نہیں تو محض دنیا ہے، خدا کے خوف سے بھی عبادت کا درجہ ہے ثواب کی نیت پر بھی درجہ ہے مگر صرف رضاء الہی کیلئے عبادت کا درجہ سب سے بلند و بالا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 زکوٰۃ فقراء اور مساکین اور زکوٰۃ وصول کرنے
 والے لوگ اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف
 راغب کرنا مقصود ہو اور غلاموں کو آزاد کرانے
 میں مقروض لوگوں کے قرض دور کرنے میں اور
 اللہ کی راہ میں اور مسافرین یہ اللہ کی طرف سے
 ایک فریضہ ہے اور اللہ بہت علم والا ہے حکمت
 والا ہے (۶۰)

إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ
 وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَفَةَ قُلُوبُهُمْ
 وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ
 اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ
 اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
 صَلَواتُ اللہ علیہ
 العظیم

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا مال دار صحابہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ حضور ﷺ کو پیش کرتے کہ یہ مال ان کے مقدس ہاتھوں سے تقسیم ہو اور ہمیں یہ اعزاز ہو کہ ہمارے مال حضور ﷺ نے تقسیم فرمائے صحابہ کو یہ بھی عقیدت تھی کہ حضور کے ہاتھ سے دیا گیا صدقہ و خیرات قبول بھی یقیناً ہوگا۔ بعض منافقین نے اس پر یہ اعتراض کیا یہ زکوٰۃ حضور ﷺ اپنے گھر والوں اپنے عزیزوں کیلئے لیتے ہیں ان کے اس اعتراض پر یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔ وضاحت فرمادی گئی تمام قسموں کی خیرات، زکوٰۃ اُن فقیروں کا حق ہے جن کے پاس مال نصاب سے کم ہو اور ان مسکینوں کا حق ہے جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور ان لوگوں کا حق ہے جو زکوٰۃ وصول کر کے حکام تک پہنچاتے ہیں یہ اگر چہ غنی بھی ہوں اُس زکوٰۃ سے بطور تنخواہ وصول کر سکتے ہیں اور ان لوگوں کا حق ہے جنہیں اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو اور یہ زکوٰۃ مکاتیب غلاموں کو آزاد کرانے کیلئے

صرف کی جاسکتی ہے، مقروض ہو جانے والوں کے قرض دور کرنے کیلئے دی جاسکتی ہے اللہ کی راہ میں خرچ کی جاسکتی ہے اس شق میں غازی، مجاہد، دینی طالب علم، مسافر لوگ، جو گھر میں مال دار ہوں مگر سفر میں کسی وجہ سے محتاج ہو گئے ہوں ان کی محتاجی دور کرنے کیلئے بھی صرف کی جاسکتی ہے یہ سارے مصارف اللہ کی طرف سے طے کئے گئے ہیں۔ نظام قدرت اس طرح فرمایا گیا، مخلوق میں کچھ لوگ امیر ہیں کچھ غریب، امیروں سے فرمایا گیا غریبوں پر مال خرچ کریں اللہ کے اس نظام میں بے شمار حکمتیں ہیں وہ علیم ہے حکمت والا ہے، خدا کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں یہ حکمت واضح ہے کہ مال ایک جگہ اکٹھا نہ رہے بلکہ ضرورت مندوں میں گھومتا رہے، یہ بھی واضح ہے مال نکلتا رہے گا تو مال سے محبت میں کمی بھی آتی رہے گی، دل خدا اور رسول ﷺ کی طرف مائل رہے گا، مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خدا کا قرب بڑھتا ہے دنیا کی محبت کمزور ہوتی ہے مال کا خرچ کرنا مالی عبادت ہے جو نفس پر گراں گذرتی ہے مگر جب بندہ اس کا عادی ہو جاتا ہے تو خدا اور رسول کی محبت کے دروازے کھل جاتے ہیں سرکشی کم ہوتی ہے۔

”الخلق عیال اللہ“ مخلوق اللہ کا عیال ہے، اس کی خدمت کرنے سے خدا خوش ہوتا ہے بندے کو اور دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق پر خرچ کرتا ہے، زکوٰۃ مساجد خانقاہوں قبرستان کے معاملات میں خرچ نہیں ہو سکے گی اس صورت میں فقر اُمالک نہیں ہو سکتے۔ اس آیہ مبارکہ میں زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں کہ کہاں کہاں زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے۔ تفسیر قرطبی نے ایک ارشاد نقل کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا صدقات کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے کسی کے سپرد نہیں کیا خود اس کے آٹھ مصارف ارشاد فرمائے ہیں، قرطبی فرماتے ہیں جب مطلق صدقہ کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے صدقہ فرض ہی مراد ہے، ویسے لفظ صدقہ نیک کاموں پر بھی بولا گیا ہے مسلمان کو خوش ہو کر ملنا یہ بھی صدقہ ہے کسی کا بوجھ اٹھانا یہ بھی صدقہ ہے اپنے لئے پانی نکالا پھر اس سے کسی کو دے دیا یہ بھی صدقہ ہے ان روایات میں لفظ صدقہ مجازی طور پر عام معنی میں استعمال ہوا ہے فرض صدقہ مراد نہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں ”فريضة من الله“ کے ارشاد سے واضح ہے یہ سب اللہ کی طرف سے فرض ہیں، زکوٰۃ کی تقسیم کے اس طریق کار پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں یہ تقسیم کار اللہ کی طرف سے جو عظیم ہے حکمت والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
اور بعض منافقین نبی (ﷺ) کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ کانوں کے کچے ہیں آپ کہتے وہ تمہاری بھلائی کیلئے ہر بات سنتے ہیں وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور تم میں سے ایمان والوں کیلئے رحمت ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے (۶۱)

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ اَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يَوْمُنُ بِاللّٰهِ وَيَوْمُنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝۶۱

صَلَّى
الْحَقُّ

تفسیر

بجلی آیات میں بھی منافقین کی گستاخیوں کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں بھی ان کی ایک اور بدتمیزی کا ذکر کیا گیا ہے اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا: ایک دن چند منافقین کی خاص محفل ہوئی اور حضور ﷺ کے خلاف حسب عادت گستاخیاں کرتے رہے ان میں سے ایک نے کہا اگر یہ باتیں حضور تک پہنچ گئیں تو ہمارا حشر برا ہوگا منافقت واضح ہو جائے گی ایک نے کہا پرواہ نہ کر، اول تو یہاں پر کوئی مسلمان بیٹھا ہی نہیں کہ ہماری باتیں بتائے اگر کسی طرح سے یہ باتیں پہنچ بھی گئیں تو پرواہ نہیں ہم قسم اٹھا لیں گے کہ ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کہی وہ سیدھے سادھے ہیں کانوں کے کچے ہیں قسم مان لیں گے اور بات ختم ہو جائے گی۔

اسی ضمن میں تفسیر خازن میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے مدینہ منورہ کا مشہور منافق نیتل نامی

حضور کی محفل میں عام رہتا اور حضور کی باتیں منافقین کو بتاتا پوری جاسوسی کرتا، ایک دن اُسے کسی نے کہا اگر تیری اس حرکت کی خبر مسلمانوں کو ہوگئی کہ تو جاسوس ہے، حضور کا مخالف ہے تو پھر تیری خیر نہیں، بیتل نے کہا کوئی پرواہ نہیں میں قسم اٹھا کر انکار کر دوں گا وہ مان جائیں گے وہ تو کانوں کے کچے ہیں کسی بات کی تحقیق ہی نہیں کرتے۔ تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، مفہوم دونوں روایتوں کا ایک ہی ہے۔

آیہ مبارکہ سے ایک خاص بات واضح ہوتی ہے منافقین کی حرکات سے حضور ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے ان کی مجلس میں کوئی مسلمان ہو یا نہ ہو تکلیف پہنچنے سے واضح ہے ان کی حرکات رسول اللہ ﷺ سے مخفی نہیں اگر محبوب فوری گرفت نہیں فرماتے تو وہ ان کی رحمت ہے شفقت ہے جس سے اپنے پرائے سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آیہ مقدسہ کے آخری الفاظ مبارکہ ”لہم عذاب الیم“ انہیں دردناک عذاب ہوگا، بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مخالفت، غیبت، شکوہ بدترین جرم ہے جس کی وجہ سے ایسا کرنے والا دردناک عذاب میں ہوگا وہ لوگ صبح و شام دن رات کتابوں میں ایسی باتیں تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کسی طرح حضور کے خلاف بات ملے اور اس کی تشہیر کی جائے، اس آیہ کریمہ کی روشنی میں وہ اپنا انجام سوچیں کیا ہوگا۔ حضور کے بارہ میں منافقین کا یہ کہنا وہ کانوں کے کچے ہیں اور ہر ایک کی بات سن لیتے ہیں آپ کا خاموش رہنا اس لئے نہیں آپ ان کی حقیقت سے بے خبر ہیں یہ تو محض اس لئے ہے کہ وہ سراپا کرم و غفو ہیں وہ کرم کی بناء پر تمہارے منہ پر تمہاری تردید نہیں کرتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ اور رسول کا حق زیادہ تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر وہ ایماندار تھے (۶۲) کیا انہیں علم نہ تھا جو اللہ اور رسول کی مخالفت کرے بیشک اس کیلئے جہنم کی آگ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی ذلت و رسوائی ہے (۶۳)

ﷺ
الْحَزْنُ الْعَظِيمُ

يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ
وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ
إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۖ أَلَمْ يَعْلَمُوا
أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۖ
ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۖ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کی ایک اور بد عملی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ جھوٹی قسمیں اٹھا اٹھا کر ایمانداروں کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح وہ اپنی بد عادات اور گندی عادتوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: ایک موقع پر منافقین کی مجلس ہوئی ان میں ایک شخص جلاس بن سوید بھی تھا جو گستاخیوں میں پیش پیش رہتا تھا۔ اس موقع پر اس نے یہ بکواس کی اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو پھر ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں وہاں پر اتفاق سے ایک انصاری نوجوان بھی موجود تھا اُس نے بلا خوف کہا اللہ کی قسم محمد (ﷺ) سچے ہیں اور تم لوگ واقعی ہی گدھے سے بدتر ہو پھر اس نوجوان نے یہ سارا واقعہ دربار رسالت میں پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان منافقین کو بلایا اور پوچھا تم نے ایسا کہا ہے وہ قسم اٹھا گئے کہ ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی یہ نوجوان عامر ابن قیس جس نے آپ کو شکایت لگائی ہے جھوٹا ہے حضرت عامر بارگاہ اقدس میں دعا کرتے ہیں اے اللہ! تو اپنے فضل سے سچے کو سچا کر دے، جھوٹے کو جھوٹا۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس سے حضرت عامر کا سچا ہونا ثابت ہو گیا اور اُن کا جھوٹ کھل گیا۔

اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے ایمان والو! منافقین رسول اللہ ﷺ کے خلاف جھوٹ

بولتے ہیں تحقیق کی جائے تو جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں کہ تم راضی ہو جاؤ انہیں چاہئے کہ اللہ اور رسول کو راضی کرتے وہ جھوٹی قسموں سے راضی نہیں ہوتے وہ تو اخلاص کو دیکھتے ہیں کیا یہ جاننے نہیں کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے اور ہمیشہ عذاب میں رہے گا جو بڑی ذلت ہے۔ معلوم ہوا جھوٹی قسمیں کھانا منافقین کی عادت ہے اور یہ ایمان نہیں ایمان تو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو دل کی گہرائیوں سے ماننے اور اطاعت کا نام ہے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہے کہ ایمان کی اصل اسلام کی مرکزیت اللہ و رسول کی رضا ہے۔ آیہ مبارکہ کا یہ حصہ ”واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ“ خاص توجہ طلب ہے، ”یرضوہ“ میں ضمیر واحد کی ہے پیچھے ذکر اللہ و رسول (دو) کا ہے لہذا یہاں پر ضمیر بھی شنیہ کی آتی ”ان یرضوہما“ مگر ایسا نہیں جس سے پتہ چلتا ہے اللہ و رسول کی رضا ایک ہی ہے حضور کی رضا خدا کی رضا ہے۔ اس مفہوم کو دوسری آیہ مبارکہ بھی واضح کر رہی ہے ”من یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو راضی کر لیا جائے، قرآن مقدس کی دوسری ایک آیہ مبارکہ میں بھی مفہوم اس طرح ملتا ہے ”فاتبعونی یحببکم اللہ“ میری اتباع کرو تمہیں اللہ دوست بنا لے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ
سُورَةٌ تَنْبِئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ
قُلْ اسْتَغْفِرُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا
تَعْمَلُونَ وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ
إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ
وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۚ
لَا تَعْتَدُوا ۚ وَقَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
إِنْ تَعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ
تُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۚ بِأَنَّهُمْ كَانُوا فَجْرِمِينَ

منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورۃ اترے
جو ان کے دلوں کی چھپی (باتیں) بتا دے تم فرما
دو مذاق کر لو بے شک اللہ نکالنے والا ہے جس کا
تمہیں ڈر ہے (۶۴) (اے محبوب) اگر ان سے
پوچھو گے تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل کر رہے
تھے آپ کہہ دیجئے کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی
آیات کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ
مذاق کرتے ہو (۶۵) بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
چکے (اظہارِ ایمان کے بعد اگر ہم تم میں سے
ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں اور دوسرے کو عذاب
دیں کیونکہ اصل مجرم وہی تھے (۶۶)

تفسیر

بجلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے بارہ میں ذکر تھا کہ ان کی آخرت خراب ہے، عذاب میں جائیں
گے اس آیہ پاک میں ارشاد ہے ان کی دنیا بھی خراب ہے دل کی ہر لمحہ بے چینی منافقت ظاہر ہو جانے کا ذکر
دوزخ کا کھکا یہ ایسے کام ہیں جو انہیں ہر لمحہ پریشان رکھ کر ان کی زندگی کو بھی برباد کر رہے ہیں۔ ان آیات
مقدسہ کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک موقع پر منافقین کی ایک جماعت نے تنہائی میں حضور ﷺ کے خلاف
سرگوشیاں کیں اور سازشیں تیار کیں۔ سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے یہ ساری باتیں حضور ﷺ سے عرض
کر دیں، حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا کچھ لوگوں نے ہمارے خلاف سازشیں کی ہیں انہیں چاہئے کہ وہ
توبہ کر لیں میں اُن کیلئے دعا کروں گا وہ لوگ حضور ﷺ کے ارشاد کو سن بھی رہے تھے، مگر اُن میں سے اٹھا

کوئی بھی نہیں تھا تو پھر حضور ﷺ نے اُن آدمیوں کے ایک ایک کے نام لئے ”قم یا فلاں انک منافق“ فلاں کھڑا ہو جا تو بھی منافق، فلاں کھڑا ہو جا تو بھی منافق ہے، جب منافقین کی اس مجلس کے سارے لوگوں کے نام سنادیئے جو گیارہ بارہ کی تعداد میں تھے۔ اب ان منافقین نے معذرت کی اور کہا ہمیں معاف کر دیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا رب کی رحمت نے تمہیں معاف کرنے کیلئے بڑا انتظار کیا مگر اب وقت نکل گیا تم یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ اُن منافقین کو نکال دیا گیا۔

اس آئیہ مبارکہ کے شان نزول میں ایک دوسری روایت اس طرح ملتی ہے غزوہ تبوک سے واپسی پر بارہ منافق چھپ کر بیٹھ گئے کہ حضور گزریں گے تو حملہ کر دیں گے۔ حضور ﷺ نے ایک صحابی عمار سے فرمایا کہ انہیں وہاں سے ہٹا دو، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے ہٹا دیا حضور ﷺ وہاں سے امن کے ساتھ گذر گئے، حضور ﷺ نے عمار سے پوچھا کیا تم ان حملہ کرنے والوں کو پہچانتے ہو عرض کی حضور اندھیرا تھا میں پہچان نہیں سکا، حضور ﷺ نے فرمایا میں ان کے نام تک جانتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستر منافقین کے نام پورے حضور ﷺ کو بتا دیئے مگر حضور رحمۃ اللعالمین ہیں آپ نے انہیں لوگوں پر ظاہر نہیں فرمایا۔ (تفسیر مظہری)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں حضور! (ﷺ) میں انہیں قتل کر دوں، فرمایا نہیں انہیں قتل کرنے پر مشہور ہو جائے گا محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتے ہیں اس غلط پروپیگنڈہ سے تبلیغ دین کے نظام میں اثر پڑے گا، ایسا مت کرو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، تفسیر خازن نے اسی سلسلہ میں ایک اور روایت بھی نقل کی ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر کچھ منافقین نے سرگوشی کی کہ محمد (ﷺ) فارس و روم کی فتح کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ ملک بڑے مضبوط ہیں یہ لوگ کمزور ہیں، حضور ﷺ نے ان لوگوں کو بلایا اور پوچھا تم ایسی باتیں کر رہے ہو عرض کی ہم تو محض شغل کے طور پر یہ کہہ رہے تھے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات مقدسہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے اے محبوب! (ﷺ) آپ ان منافقین کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں انہیں تو ہر لمحہ یہ کھٹکار ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سورۃ اُترے گی جو ان کے نفاق کو کھول دے گی

آپ انہیں تنبیہ کے طور پر فرمادیں تم مذاق کرو اللہ تمہاری سازشوں کو ظاہر کر دے گا، تمہیں مطمئن کرنے کے لئے کہہ دیں گے ہم تو محض شغل کے طور پر یہ کہہ رہے تھے۔ آپ فرمادیں اللہ سے اس کی آیتوں سے اس کے رسول سے شغل کرتے ہو تم مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے اگر تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں کہ وہ تمہارے ساتھ مذاق میں شامل نہ تھے، خاموش تھے تو دوسرے گروہ کو ضرور عذاب دیں گے جو گستاخیوں میں مصروف رہا اور نبی کے گستاخ کو معافی نہیں ملتی۔ مسلمان، ایمان، دین، قرآن کے بارہ میں مذاق واستہزاء مخالفین کی عادت تھی، اللہ محفوظ فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے
سے مشابہ ہیں برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے
روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں
انہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا
بے شک منافقین ہی فاسق ہیں (۶۷) اللہ تعالیٰ
نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار کو
جہنم کا ڈر سنایا جس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ
ان کیلئے کافی ہے (۶۸)

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

الْمُتَّقُونَ وَالْمُتَّقَاتُ بَعْضُهُمْ
مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَنَکَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيُقْبَضُونَ
أَيَّدِيَهُمْ تُسْوَا اللّٰهَ فَتَسِيَهُمْ اِنَّ
الْمُتَّقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۶۷
وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقَاتِ
وَالْكٰفَرَ تَارَجَهُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۶۸

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا منافق جھوٹی قسمیں اٹھا کر مسلمانوں کو بتانا چاہتے ہیں وہ بھی مسلمان ہیں اور
مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ تمام منافق ایک دوسرے کے قریب ہیں
مسلمانوں کے وفادار نہیں، عقیدے کے لحاظ سے عمل کے لحاظ سے وہ گئے گذرے انسانوں میں ہیں جب

کبھی موقعہ ملے گا مسلمانوں کو دھوکہ دیں گے جیسے منافق مرد مسلمانوں کے خلاف ایسے ہی منافق عورتیں بھی دشمن ہیں اگرچہ یہ لوگ لاکھ دعوے کریں کہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں مگر سارے دعوے غلط جھوٹے اور بے بنیاد ہیں تمام منافقین ایک گروہ ہیں یہودیوں سے ہوں یا عیسائیوں یا مشرکین سے یہ سارے لوگ اپنی بد عقیدگی اسلام دشمنی کے سلسلہ میں ایک ہیں۔ اسلام دشمنی کا متفقہ ضابطہ انہوں نے یہ بنا رکھا ہے لوگوں کو برائی کا حکم دوا چھائی سے روکو حق کو دباؤ باطل کی امداد کرو یہ خدا کو بھول چکے ہیں اور خدائے قدوس نے انہیں چھوڑ دیا ہے یہ لوگ فاسق ہیں ان لوگوں کی بد عملی بد عقیدگی اسلام دشمنی کے پیش نظر اللہ انہیں دوزخ میں ڈالے گا اور یہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے ان لوگوں کی انہیں بد اعمالیوں پر اللہ نے ان پر لعنت ڈالی ہے اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے جیسے یہ ایک صورت ہے کہ دنیا بھر کے ایماندار اپنی اس مقدس صفت کے پیش نظر ایک ہیں جہاں کہیں بھی ہوں ایک دوسرے کے غمخوار ہیں، دکھ کے ساتھی ہیں جیسے فلسطینیوں کشمیریوں پر ملت اسلامیہ کو صدمہ ہے ایسے ہی کافر بھی ایک ہی ہیں مسلمانوں کے خلاف ایک صف ہو جاتے ہیں جب کبھی پاک و ہند کی جنگ لگی ہے پوری دنیا کے کافروں نے ہندوستان کا ساتھ دیا ہے یہی حالت ان منافقین کی ہے جتنے ہوں جہاں کہیں بھی ہوں مسلمانوں کی دشمنی میں اکٹھے ہیں اگرچہ دکھاوے کے طور پر نمازوں جماعتوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ مشرک یہ سب ایک ہی ہیں اچھے کاموں سے روکنا، برائی کو فروغ دینا منافقین کا کام ہے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے جو لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں خدائے قدوس بھی انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ ان پر اپنی رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے خدا کو بھلانا بدترین جرم ہے جس کی سزا قدرت کی طرف سے یہ ملتی ہے یہ لوگ رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں انعامات الہیہ کی فہرست سے ان کے نام نکال دیے جاتے ہیں۔ کفار و منافقین عذاب میں یکساں ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ شرک، کفر، نفاق سے محفوظ فرمائے۔ دین اسلام اور اپنے محبوب کریم ﷺ کی محبت سے نوازے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے منافقو!) تم ان لوگوں کی مثل ہو جو تم سے پہلے تھے وہ تم سے زیادہ قوت والے تھے اور تم سے زیادہ مال دار اور اولاد والے تھے سو انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا تو تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ حاصل کر لیا جیسے تم سے پہلے لوگوں نے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی فضول کاموں میں مصروف ہو گئے جیسا کہ وہ فضول کاموں میں مشغول تھے ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (۶۹)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلْقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مدینہ منورہ کے رہنے والے منافقوں کا ذکر فرمایا گیا، اس آیہ مبارکہ میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ پاک کے منافقین کا ذکر فرمایا جا رہا ہے گویا حضور کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب! آپ منافقین کی شرارتوں، فتنہ پرداز یوں سے پریشان نہ ہوں ایسے بے وفالوگ شریکِ شر پسند افراد پہلی قوموں میں بھی رہے ہیں، انہوں نے اپنے اپنے نبیوں سے بے وفائی کی۔ منافقین سے فرمایا جا رہا ہے تم پہلے منافقین کی طرح ہو، انبیاء کو ستانے، پریشان کرنے مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں تم اور وہ ایک جیسے ہی ہو۔ ہاں یہ فرق ہے وہ تم سے مالی لحاظ سے مضبوط تھے اولاد خاندان کنبہ کے افراد میں آگے تھے انہوں نے اپنے زور بازو پر دنیا میں نفع کمایا اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو برائیوں، جرموں میں برباد کیا۔ اے مدینہ کے منافقو! تم نے بھی انہیں کی طرح ہی کیا، گناہ کرنے، فضول حرکات، انبیاء سے دشمنی میں کوئی کسر نہ

چھوڑی جب تمہارے اعمال ایک جیسے ہیں کردار ایک جیسا ہے تو تمہارا انجام بھی ایک جیسا ہی ہوگا نہ تمہیں دنیا میں کچھ فائدہ پہنچ سکے نہ آخرت میں پہنچ سکے گا۔ منافقین مدینہ منورہ سے خطاب فرمایا گیا تم سے زیادہ طاقتور منافق انبیاء کے مقابلہ آئے مار کھا گئے، تمہاری طاقت کتنی بھی ہو نبوت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ فرعون کے ہزاروں جادوگر اللہ کے ایک نبی موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بُری طرح مار کھا گئے، اے منافقین! تم بھی آخر الزماں رسول ﷺ کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصہ مومن کافروں کو ملتا ہے مگر کافر اپنی بد عملی سے انہیں برباد کر دیتا ہے مومن اپنے ایمان و یقین سے اُن سے فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ کفار کی بدکرداری سے ان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں مومنین کے اخلاص و وفاداری سے ان کے اعمال دنیا و آخرت میں مفید کامیاب ہوتے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے منافقین سے فرمایا تم بھی وہی طریقے اختیار کرو گے جو تم سے پہلی قومیں اختیار کر چکی اگر اُن میں سے کوئی گوہ کی بل میں گھسا ہے تو تم بھی ایسا کرو گے۔ اس حدیث کو نقل کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس حدیث کی تصدیق چاہتے ہو تو قرآن مقدس کی یہ آیہ کریمہ پڑھو ”کَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ“

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر فرمایا آج کی رات گزشتہ رات سے کیسی ملتی جلتی ہے اور مشابہ ہے۔ منافقین سے فرمایا گیا ہے تمہارا وجود کوئی حیران کن مسئلہ نہیں ہے تم سے پہلے بھی لوگ گذر گئے جو ہر لحاظ سے تم سے آگے تھے مگر انہیں ان کی مالی طاقت راس نہ آئی۔ انبیاء علیہم السلام کی ہدایات سے فائدہ نہ اٹھایا دنیاوی خواہشات میں پھنس گئے اور زندگی برباد کر لی اور تباہ ہو گئے تمہارا حال بھی وہی ہے انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

کیا ان کے پاس اپنے سے پہلوں کی خبر نہ آئی
نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور ابراہیم کی قوم اور
مدین والے اور بستیاں جو اُلٹ دی گئیں ان
کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لائے اللہ کی
شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی
جانوں پر ظالم تھے (۷۰)

صَلَّى
الْحَقُّ
الْعَظِيمُ

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ وَقَوْمُ
إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفَكِثُ
أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ
اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا
أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں منافقین اور کفار کی حالت بیان کی گئی تھی کہ یہ سب کفار و مشرکین ایک ہی تھیلی
کے چٹے بٹے ہیں ان سے پہلے کفار کی سزا کا ذکر تھا کہ ان کی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں ان منافقین و کفار
پر ان کی طرح عذاب نازل نہیں ہو رہا کہ ان میں رحمۃ اللعالمین جلوہ فرما ہے قرآن مقدس نے اس عنوان کو
اس طرح بیان فرمایا ہے ”مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“ اللہ کی شان نہیں کہ ان مجرموں کو سزا
دے جبکہ آپ ان میں ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں منافقین و کفار کو تنبیہ کی جا رہی ہے تم اس قدر بے خوف کیوں ہو گئے ہو کیا تم نے
پہلوں کے عذاب سے نہیں اُن کے واقعات تو مشہور ہیں قوم نوح کو پانی کے عذاب سے ڈبودیا گیا قوم عاد
کو آندھی سے ہلاک کر دیا گیا، قوم ثمود ایک خطرناک آواز اور زلزلے سے برباد ہو گئی حضرت ابراہیم علیہ
السلام کی قوم نمرود کو چھڑ کے عذاب سے برباد کر دیا، قوم شعیب جو مدین میں آباد تھی آگ سے برباد ہو گئی،
قوم لوط کا عذاب انہیں معلوم نہیں کہ کس طرح ان کی بستیاں اُلٹ دی گئیں۔ یہ لوگ پہلوں کی بربادی
تباہی پر غور کیوں نہیں کرتے ان سب کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیجے انہوں نے انکار کر دیا ذلیل
ہو گئے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر یہ کفار و منافقین بھی رسول اللہ کی مخالفت کریں گے تو ان کا

مقدّر بھی بربادی ہوگی۔ آیہ مبارکہ میں درس دیا جا رہا ہے لوگوں کی حالت دیکھ کر سبق حاصل کرنا چاہئے۔
 آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ ان قوموں کی بربادی اپنے رسولوں کی مخالفت سے ہوئی، اہل اللہ
 کی مخالفت تباہی کرتی ہے ان کی محبت کامیابی ترقی اور برکت کا سبب بنتی ہے۔ کفار و منافقین کو پانچ چھ
 قوموں کی تباہی کا بتایا گیا کہ عرب والوں کے پاس ان کی خبریں آتی رہتی تھیں کہ ان تباہ شدہ قوموں کے
 علاقے عربوں کے قرب و جوار میں ہی تھے ان قوموں کی تباہی کے واقعات عام لوگوں کی زبان پر تھے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ان قوموں سے جو کچھ ہوا وہ ہماری طرف سے زیادتی نہیں بلکہ انہیں
 کی طرف سے ہے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے کہ انہیں صحیح راستہ بتانے والے انبیاء علیہم السلام ان کے
 پاس آئے ظلم و کفر کے اندھیروں میں انبیاء علیہم السلام کا وجود ان کیلئے روشنی کا مینار تھا مگر انہوں نے اُس نور
 سے فائدہ نہ اٹھایا اور خود گڑھوں میں گر کر برباد ہو گئے، انبیاء علیہم السلام اُن پر حق و باطل کے راستے واضح
 کرتے تھے انہوں نے خود ہی غلط راہیں اختیار کر لیں اور برباد ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ایماندار مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددگار
 ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں
 نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور
 رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں عن
 قریب ہے اللہ ان پر رحم فرمائے گا، بے شک
 اللہ غالب حکمت والا ہے (۷۱)

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ
 أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
 وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
 وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَ
 رَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ
 اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾

اللہ
 عَزَّوَجَلَّ

تفسیر

بجلی آیات میں منافقین کا ذکر ہوا ان آیات میں مومنین کا ذکر فرمایا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ منافق

اور مومن الگ الگ جماعتیں ہیں اور ایمانداروں کو بتایا گیا ہے کہ وہ منافقین کی عادات سے بچیں ان کی محفلوں، مجلسوں سے الگ تھلگ ہی رہیں کہ بروں کی محفل بُرا بنادیتی ہے اور اچھوں کی محفل اچھا بنادیتی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایمانداروں کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے پہلی صفت یہ فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں، دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی۔ دوسری صفت فرمائی گئی کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں، تیسری صفت یہ فرمائی گئی کہ برائی سے ایک دوسرے کو روکتے ہیں، چوتھی صفت فرمائی گئی کہ نماز باقاعدگی کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں پانچویں صفت کا ذکر اس طرح فرمایا کہ مومنین میں مالدار لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، چھٹی اور آخری صفت یہ فرمائی کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان صفات کی ادائیگی کے نتیجہ میں اللہ ان پر رحمتیں فرمائے گا اور اس کی رحمتوں کا نزول دنیا میں بھی مرتے وقت بھی حشر میں بھی پل صراط سے گزرتے وقت بھی اور جنت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے اُسے کوئی عنایات دینے سے روک نہیں سکتا کہ وہ رحیم ہے کریم ہے جو چاہے جتنا چاہے نواز دے۔

آیت مبارکہ کا ارشاد ”بعضہم اولیاء بعض“ ایماندار مرد و عورت ایک دوسرے کے مددگار ہیں اس یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کبھی ان میں رنجش کی صورت پیدا ہو جائے تو ایمان کی دولت جس سے یہ دونوں مالا مال ہیں اس کے نتیجہ میں بالآخر شیر و شکر ہو جائیں گے۔ کفار و مشرکین کی محبتیں صرف دنیا تک محدود ہیں، ایمانداروں کی محبتیں دنیا و آخرت دونوں میں مفید کارآمد ہوتی ہیں۔ منافقین کے باہمی تعلقات محض خاندانی عارضی اور اغراض پر مبنی ہوتے ہیں مومنین کے تعلقات دلی ہمدردی اور اخلاص پر مبنی ہوتے ہیں آج ہمارے روابط میں کمی ہماری بد عملی کے باعث ہے۔

جہاں آیت مبارکہ میں ایمانداروں کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے وہاں مومنوں کو دینی احکام کی تبلیغ و اشاعت کا بھی درس ملتا ہے اسلام ہی وہ مقدس دین ہے جو تبلیغ کا درس دیتا ہے۔ آیت مبارکہ کے آخر میں ارشاد ہے ”سیر حمہم اللہ“ امام رازی فرماتے ہیں ”سیر حمہم“ میں سین تاکید اور مبالغہ کیلئے ہے

یعنی ان صفات کی پابندی کرنے والوں پر اللہ یقیناً فضل فرمائے گا اور اپنی خاص رحمت سے نوازے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ تعالیٰ نے ایمان دار مردوں اور عورتوں سے

اُن جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے سے

نہریں بہتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے

ہونگے اور دائمی جنتوں میں پاکیزہ رہائش گاہوں

کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کی رضا سب سے بڑی

ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے (۷۲)

صَلَّى
الْعَظِيمِ

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكَنٌ طَيِّبٌ فِي

جَنَّاتٍ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ

أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٧٢﴾

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و منافقین کی آخرت میں رسوائی اور ذلت کا ذکر تھا ان کے سارے اعمال

بر باد ہونے کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں ایمانداروں کی بہتر آخرت کا ذکر ہے ان کے اعمال صالحہ کے نتیجہ

میں ان پر انعامات الہیہ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے ایماندار مرد و عورتوں کیلئے تین درجات کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک

درجہ یہ ہے کہ وہ ایسے باغات میں رہیں گے جن کے نیچے پانی، دودھ، شہد کی نہریں جاری ہوں گی۔

دوسرے درجہ کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ ان کیلئے اعلیٰ رہائشی مکانات ہوں گے جنہیں کبھی فنا نہیں ہوگی۔

تیسرے درجہ کو اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ اُن پر راضی ہوگا اور یہ درجہ سب سے بڑا ہے اور عظیم کامیابی ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ مسکن طیبہ فی جنات عدن

کیا ہے تو ارشاد فرمایا جنت میں ایک محل ایک موتی کا ہوگا جس میں ستر گھر سرخ یا قوت کے ہوں گے ہر گھر

میں ستر کمرے سبز زمرہ کے ہوں گے ہر کمرہ میں ستر تخت ہر تخت پر ستر بستر ہر بستر پر ایک حور عین اور ہر کمرہ

میں ستر دسترخوان ہر دسترخوان پر سات قسم کے کھانے ہوں گے۔ (تفسیر خازن)

آیہ کریمہ میں اللہ کے وعدہ کا ذکر ہے اور اللہ اپنے کسی وعدہ کی خلاف ورزی نہیں فرماتا، آیہ مبارکہ میں مومنوں کے درجات و طبقات کا ذکر فرمایا گیا ہے مختلف ایمانداروں کے مختلف درجات ہوں گے جن سے نوازے جائیں گے اور یہ انعامات ان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے نہ جنت کیلئے فنا ہے نہ جنت کے انعامات کیلئے، جنت کے سارے بے شمار انعامات و اکرامات میں سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کی رضا ہے خدا نصیب فرمائے۔

جنت کے درجات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند و بالا درجہ ہے۔ جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ آیہ مبارکہ میں مومنین کے قیام کیلئے جنت عدن کا ذکر فرمایا گیا ہے کوئی چیز ہمیشہ کیلئے مقیم ہو جائے تو اُسے بھی عدن کہہ لیتے ہیں ویسے جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام بھی عدن ہے اسی میں تسنیم کا چشمہ ہے یہ درجہ انبیاء، شہداء، صدیقین کیلئے مخصوص ہے۔

آخر میں مومن کیلئے سب سے بلند و بالا درجہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اُسے اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ
وَيَبَسَّ الدِّمْيَرُ ﴿٥٧﴾
اے نبی کریم! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور
اُن پر سختی کرو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت بُرا
ہے (ٹھکانا) (۷۳)
تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں کفار و مشرکین کی آخرت کی سزاؤں اور ایمانداروں کیلئے آخرت کے انعامات کا ذکر تھا اس آیہ مقدسہ میں کفار و منافقین سے جنگ کا حکم ہے کہ وہ دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

جہاد کا معنی عام کیا جائے تلوار سے لڑا جائے، یہ بھی جہاد ہے دلائل سے بحث کی جائے یہ بھی جہاد ہے۔ ان کے خلاف قلم اٹھایا جائے یہ بھی جہاد ہے۔ اُن کی برائیوں سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے، بچنے کا درس دیا جائے یہ بھی جہاد ہے۔

اس آئیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے ارشاد ہے محبوب! کفار سے تلوار سے لڑو، منافقین کی پردہ پوشی ختم کر کے کھلے عام لوگوں کو ان کی شرارتوں کی خبر دو اُن سے کسی قسم کی نرمی نہ کرو، منافقین سے جہاد کا مطلب انہیں اسلام سمجھانے کی دعوت دینا ہے۔ تاکہ وہ اسلام سمجھنے میں مخلص ہو جائیں اور اپنی باطنی دشمنی سے باز آجائیں آئیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو ”النبی“ کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے، الف لام نے حضور ﷺ کی عظمت کو ظاہر کیا ہے کہ آپ خاص الخاص نبی ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ میرے محبوب کو پکارتے وقت اچھے خوبصورت حسین القابات سے پکارو۔ آئیہ مبارکہ میں کفار سے جہاد کا حکم کھلا کھلا دیا جا رہا ہے اس سلسلہ میں کچھ لوگ کہتے ہیں اس سے مراد دفاعی جہاد ہے یعنی اگر کفار تم سے لڑیں تو جواب کے طور پر تم بھی ان سے لڑو ایسا قطعاً نہیں، حربی کافر لڑے یا نہ لڑے اس سے جنگ کا حکم ہے کہ وہ جب بھی موقعہ پائے گا نقصان پہنچائے گا کفار سے دونوں طرح لڑنے کا حکم ہے دفاعی ہو یا ابتدائی ہو۔ سانپ کو مارنے کا حکم ہے وہ ڈسے یا نہ ڈسے۔

آئیہ مقدسہ کے آخر میں کفار و منافقین دونوں کی سزا جہنم ہے معلوم ہوتا ہے اسلام دشمنی نبی کی مخالفت میں ان دونوں کا کردار ایک تھا، اس لئے سزا بھی دونوں کی ایک ہی ہے۔ آئیہ مبارکہ میں اُن لوگوں کی تردید بھی واضح طور پر نظر آرہی ہے جو صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اُن کے ایمان پر شک کرتے ہیں خدا پناہ اُن مقدس ہستیوں میں کوئی ایمانی نقص ہوتا تو ان سے بھی کھلی جنگ ہوتی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ سے مل کر کفار و منافقین سے جہاد کیا یہ ان کے ایثار و قربانی کی واضح دلیل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہو گئے اور انہوں نے قصد کیا جو نہ پایا اور وہ اس پر ناراض ہوئے کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کیلئے یہ بہتر ہے اور اگر انہوں نے اعراض کر لیا تو انہیں اللہ دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کیلئے زمین میں کوئی دوست و مددگار نہیں ہوگا (۷۴)

اللہ
صَدِّقُ
الْحَقِّ

يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ يَسْلُكُونَ يَتْلُونَ وَهُمْ نِقْمًا إِلَّا أَنْ أَعْنَاهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں منافقین پر سختی کا حکم دیا گیا تھا اس آیت مبارکہ میں انہیں اپنے گناہوں سے توبہ کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اس آیت پاک میں ان کی ایک اور بد عملی کا ذکر ہے کہ کفر کہہ بھی دیتے ہیں مگر قسم کھا لیتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا۔ اس آیت کریمہ میں ان کے ایک اور قبیح کام کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انہیں یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ ایمان داروں کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کیوں کر دیا ہے۔ آیت کریمہ کے پہلے حصہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: غزوہ تبوک سے جو لوگ غلط بہانے بنا کر پیچھے رہ گئے تھے حضور ﷺ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ ان کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ حضور کے اس ارشاد پر مشہور منافق جلاس نے کہا اگر محمد ﷺ یہ سچ کہتے ہیں کہ ان کا انجام بُرا ہوگا تو پھر ہم لوگ تو گدھے ہوئے بلکہ اُن سے بھی بدتر، اس پر عامر بن قیس انصاری نے کہا اللہ کی قسم حضور سچے ہیں اور آپ گدھے سے بھی بدتر ہیں۔ یہ واقعہ دربار رسالت میں پہنچا کہ جلاس نے ایسے ایسے کہا ہے۔ حضور ﷺ نے جلاس کو بلا کر پوچھا تو وہ قسم کھا گیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا

اس کے انکار کرنے پر حضرت عامر نے بارگاہ قدس میں دعا کی یا اللہ سچے کی تصدیق اور جھوٹی کی تکذیب نازل فرما۔ حاضرین نے آمین کہی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی پھر جلاس نے کہا حضور عامر سچے ہیں میں توبہ کرتا ہوں مجھ سے غلطی ہوگئی۔ (روح البیان)

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے سلسلہ میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے جسے تفسیر خازن نے بیان کیا ہے ایک موقع پر عبد اللہ بن ابی منافق نے کہا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر عزت والے ذلیل لوگوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیں گے، عزت والوں سے مراد اُس نے اپنا قبیلہ لیا اور ذلیل لوگوں سے مراد اس نے ایماندار لئے۔ عبد اللہ بن ابی کی اس بکواس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا جب عبد اللہ بن ابی کو پتہ چلا کہ فاروق اعظم اس کی خبر لینے کیلئے تیار ہیں تو اس نے جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی اور عبد اللہ بن ابی نے حضور کی بارگاہ میں بھی جھوٹی قسم اٹھالی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہیں کی حالانکہ انہوں نے کفر کیا۔

آیت مبارکہ کے دوسرے حصہ ”وہمو بمالم ینالو“ کے اترنے کا سبب یہ بنا، منافقین نے ایک غزوہ میں کہا ہم مدینہ پہنچ کر عبد اللہ کو سرداری کی دستار بندھائیں گے کہ وہ ہمارا لیڈر ہے مگر وہ ایسا نہ کر سکے تو یہ حصہ نازل ہوا کہ انہوں نے قصد کیا مگر پورا نہ ہو سکا آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا مگر وہ خاک میں مل گیا وہ اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل نہ کر سکے۔ انہیں یہ بھی تکلیف ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو غنی کر دیا اور اپنے فضل سے نوازا۔ ان لوگوں کی احسان فراموشی یہ ہے کہ مصیبتوں میں گھرے ہوئے تھے، قرضوں تلے دبے ہوئے تھے رسول ﷺ مدینہ میں آئے تو ان کی حالت بہتر ہوگئی، مال غنیمت سے حصہ ملتا رہا، چاہئے تھا کہ شکریہ ادا کرتے مگر احسان ہی بھلا دیا۔ آیت مبارکہ میں فرمایا گیا اگر وہ توبہ کر لیں اور آپ سے معافی مانگ لیں تو بہتری ہو سکتی ہے اگر انہوں نے اسی طرح منہ پھیرے رکھا تو قیامت کو سخت سزا ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اُن میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور اچھے لوگوں سے ہو جائیں گے (۷۵) اور جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو انہوں نے کنجوسی کی اور منہ پھیر کر پلٹ گئے (۷۶)

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَیْنِ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۷۵ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۶

صَلَّى
الْحَقِّ
عَلَيْهِمْ

تفسیر

پہلی آیات میں منافقین کی بدعادات کا ذکر آیا اس میں بھی منافقین کی ایک اور بری عادت کو واضح کیا گیا ہے۔ تفسیر روح البیان، تفسیر خازن نے اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب اس طرح نقل کیا ہے، ثعلبہ بن ابی حاطب مشہور منافق تھا مسجد میں عموماً رہتا تھا لوگ اسے حمامۃ المسجد کے لقب سے یاد کرنے (مسجد کا کبوتر) اس لئے کہ ہر وقت وہیں رہتا ہے۔ سجدوں کی وجہ سے پیشانی میں بڑا داغ پڑ گیا تھا نماز فجر کے بعد دعا مانگے بغیر جلد چلا جاتا، حضور ﷺ نے فرمایا جلدی مسجد سے نہ جایا کرو یہ اچھا طریقہ نہیں۔ اُس نے کہا جی میری مجبوری یہ ہے کہ میں غریب ہوں کپڑا صرف ایک ہے میں گھر جا کر یہی کپڑا بیوی کو دیتا ہوں تو وہ پہن کر نماز پڑھ لیتی ہے عرض کی حضور دعا فرمائیں میں امیر ہو جاؤں، حضور ﷺ نے فرمایا جس تھوڑے مال کا شکریہ ادا ہو وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا شکریہ ادا نہ ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے دیکھ میں بھی سادگی کی زندگی بسر کر رہا ہوں اگر چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں اس نے دعا کیلئے بار بار عرض کی حضور نے دعا فرمادی اے اللہ ثعلبہ کو وسعت عطا فرما چنانچہ یہ دعا شرف قبولیت سے نوازی گئی، ایک بکری سے اس کا مال اتنا بڑھا کہ گھر میں سامانہ سکتا تھا یہ اپنا سارا مال جنگل لے گیا اب صرف جمعہ کیلئے آتا تھا زکوٰۃ دینے کا وقت آ گیا حضور ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے دو آدمی ثعلبہ کے پاس بھیجے ثعلبہ نے حضور

کا حکم نامہ پڑھ کر ماتھے پر تیوری چڑھائی اور کہا یہ تو کفر کا ٹیکس ہے جاؤ واپسی پر آنا یہ پھر گئے اس نے پھر یہی کہہ بتایا کہ میں سوچ کر دوں گا۔ دونوں خدام واپس آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا ثعلبہ پر افسوس ہے۔ پھر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی، پھر بھی ثعلبہ منافقت کے طور پر زکوٰۃ لے کر حضور کے ہاں پہنچا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ نے تیری زکوٰۃ لینے سے روک دیا ہے اس پر اس نے منافقت پر پردہ ڈالنے کیلئے سر پر مٹی ڈالی، حضور کے وصال کے بعد ثعلبہ سیدنا صدیق اکبر کے پاس زکوٰۃ لایا، آپ نے بھی قبول نہ کی پھر خلافت فاروقی میں زکوٰۃ لایا، فاروق اعظم نے بھی ہٹا دی پھر یہی ثعلبہ عثمان غنی کے دور میں مال لایا آپ نے مسترد کر دی جب رسول اللہ ﷺ اور صدیق و فاروق نے مسترد کر دیا ہے تو میں کون ہوں کہ قبول کر لوں۔ خلافت عثمان میں یہ ثعلبہ مر گیا یہ آئیہ مبارکہ اس کے حق میں نازل ہوئی اس لئے اللہ کی راہ پر مال دینے کا ارادہ کیا مگر جب مال آگیا تو انکاری ہو گیا۔ ثعلبہ حضور ﷺ کے دروازہ سے ٹھکرایا گیا ہے تو صدیق و فاروق و عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی اسے ٹھکرا دیا، حضور کا راندہ ہوا کہیں پناہ نہیں پاتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سو اس کے بعد اللہ نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق ڈال دیا جس دن وہ (اللہ) کے حضور پیش ہوں گے کیوں کہ انہوں نے جو اللہ سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے تھے (۷۷) کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دل کے رازوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے اور بے شک تمام غیبیوں کو بہت زیادہ جاننے والا ہے (۷۸)

فَاعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى
يَوْمٍ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ
مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ
أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سَرَّهُمْ
وَجَوَابَهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ

اللہ
الْحَقُّ

تفسیر

بچھلی آیہ مبارکہ میں مشہور منافق ثعلبہ کے گناہوں کا ذکر تھا کہ اس نے وعدہ کی خلاف ورزی کی مال دار ہو جانے پر اس نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں سے سخت انداز اختیار کیا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس آیہ پاک میں اس کی سزا کا ذکر ہے کہ ایسے برے کاموں کی سزا بھی سخت ہوتی ہے، ثعلبہ جب زکوٰۃ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا تو اس نے منافقت کے طور پر سر پر مٹی ڈالی۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا زکوٰۃ نہ لینا عمل ٹھیک تھا کہ اس نے یہ کام اخلاص سے نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کو اس کی حرکات کی سزا دی۔ دلوں میں نفاق ایسا پکا کیا کہ مرتے وقت تک اور عذاب ملنے تک قائم رہے انہوں نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کی مال دار ہو جانے پر بھی اللہ کی راہ میں خیرات نہ کی اور جھوٹ بولتے رہے۔ فرمایا گیا کیا انہیں پتہ نہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے رازوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی سرگوشیوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے زکوٰۃ قبول نہ فرمائی کہ اخلاص نہ تھا بغیر اخلاص کے کوئی بڑے سے بڑا نیک عمل بھی قبول نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں ہے قیامت کے دن شہید سے پوچھا جائے گا تو نے دنیا میں کیا کیا وہ عرض کرے گا، اڑا مرا شہید اہوا، حکم ہو گا دوزخ میں ڈال دو عرض کرے گا یا اللہ میری اتنی محنت کا صلہ یہ ہے کہ دوزخ میں جاؤں؟ حکم ہو گا تیری وہ ساری محنت اس لئے بے کار ہے کہ تجھ میں خلوص نہیں تھا تو نے یہ نظریہ رکھا ہوا تھا کہ مر گیا تو شہید کہیں گے زندہ رہا تو غازی کہلاؤں گا، ایسے ہی عالم سے سوال ہو گا عمل میں اخلاص نہیں تو وہ قبول نہیں ہو گا اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اندر نفاق کی بیماری اور زیادہ بڑھ گئی موت سے پہلے اس بیماری کے جانے کا امکان ہی نہ تھا۔

آیہ مبارکہ میں ثعلبہ کے منافق ہونے کی وجہ بھی واضح نمایاں ہے کہ اس نے وعدہ کی خلاف ورزی کی جس سے پتہ چلتا ہے وعدہ کی خلاف ورزی کس قدر بڑا جرم ہے۔ وعدہ کی خلاف ورزی نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی

صفات میں سے ایک اہم صفت ہے ”ان الله لا يخلف الميعاد“ اللہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ حضور ﷺ نے ثعلبہ کے دل کو جانا دیکھا، کہ اس کے اندر نفاق ہے اسی باعث اس کی زکوٰۃ کو قبول نہ فرمایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
جو خوشی سے صدقات دینے والے ایمانداروں کو
طعنہ دیتے ہیں اور اُن کو جس کے پاس اپنی محنت
کے سوا اور کچھ نہیں سووہ اُن کا مذاق اڑاتے ہیں
اللہ انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا
اور اُن کیلئے دردناک عذاب ہے (۷۹)

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ
لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ
مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں منافقین کا ذکر فرمایا گیا ایک مشہور منافق ثعلبہ کی ہٹ دھرمی حضور ﷺ کے سامنے جھوٹ بولنے کی برائی کا ذکر ہوا اس آیت کریمہ میں منافقین کی ایک اور بد خصلت کا ذکر ہے کہ یہ لوگ حضور کے خلاف ہی باتیں نہیں کرتے صحابہ کی گستاخی بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں صحابہ کے خلاف زبان طعن دراز کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس آیت مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: غزوہ تبوک کیلئے حضور ﷺ نے صحابہ کو چندہ دینے کا حکم فرمایا تاکہ جہاد پر خرچ ہو ہر صحابی نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارا گھر کا سامان پیش کر دیا، سوئی دھاگہ تک حاضر کر دیا، حضرت عمر بن خطاب نے سارے مال کا آدھا حصہ پیش کر دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار غازیوں کو سامان جہاد دیا، تین اونٹ مع سامان پچاس گھوڑے پیش کر دیئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عثمان تو جو چاہو کرو جنتی ہو چکے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے

چار ہزار درہم پیش کئے حضرت عاصم بن عدی نے سو و سق کجھویریں پیش کیں ایک و سق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا۔ حضرت ابو عقیل انصاری ایک صاع کجھویریں لائے اور عرض کی حضور مزدوری کی تھی، دو صاع ملے ایک لے آیا ہوں، صحابہ کرام نے انتہائی ہمت، محنت اور پیار سے نذرانے پیش کئے مگر منافقین کی طرف سے زبان طعن کھلی زیادہ دینے والوں کے متعلق کہا، یہ ریا کاری ہے دکھاوا ہے حضرت ابو عقیل کے متعلق کہا اس معمولی صدقہ ایک سیر کی کیا ضرورت تھی اس موقع پر ایسا کہنے والے منافقین کے حق میں یہ آہ پاک نازل ہوئی کہ بد باطن منافقین غزوہ تبوک میں نذرانے پیش کرنے والوں کے متعلق بکواس کرتے ہیں کہ بھاری دولت لانے والے ٹھنڈے دکھاوا کر رہے ہیں اور فقیر صحابہ جو مزدوری کر کے لائے اور آدھا حصہ بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا ان کے متعلق کہتے ہیں اس کی کیا ضرورت تھی، منافقین کو دنیا میں بھی سزا دی جائے گی آخرت میں بھی ذلیل ہوں گے۔

آہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ صدقہ و خیرات کھل کر اعلانیہ دیا جائے کہ اور لوگ بھی حصہ لیں تو حرج نہیں اسے دکھاوے پر معمول کرنا غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے دلوں کو دیکھا کہ یہ ریا (دکھاوا) نہیں کر رہے ہیں انہیں دعاؤں سے نوازا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سارے کا سارا مال پیش کر دیا یہ انہیں کا خاصہ ہے انہیں کو زیب دیتا ہے عام لوگوں کیلئے بہتر ہے کہ خیرات بھی کریں اور کچھ حصہ بچوں کیلئے بھی رکھ لیں۔ منافقین کی حرکات سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ پر طعن منافقین کا کام ہے ایماندار لوگ صحابہ پر طعن نہیں کرتے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے محبوب) تو ان کی معافی چاہے یا نہ چاہے
اگر تم ستر بار بھی ان کی معافی چاہو تو اللہ انہیں ہر
گز نہیں بخشے گا اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے
رسول کے منکر ہیں اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں
دیتا (۸۰)

صَلَّى
الْحَقِّ

اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ
اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً
فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں منافقین کی ایک اور قبیح حرکت بیان فرمائی گئی کہ یہ لوگ صحابہ پر بھی زبان طعن دراز کرتے ہیں اس آیہ پاک میں ایسے لوگوں کو منافق کہا گیا ہے اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: جب صحابہ پر طعن کرنے والے منافقین کے حق میں یہ آیہ پاک اُتری تو وہ لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم سے غلطی ہو گئی ہے صحابہ کے حق میں یہ آیہ اُتری تو وہ لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم سے غلطی ہو گئی ہے صحابہ کے خلاف جو کہا گیا ہم معافی چاہتے ہیں حضور ﷺ نے ان کے متعلق دعا کرنا چاہی تو یہ حکم نازل ہو گیا۔

ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے عبد اللہ بن ابی منافق کا ایک لڑکا مخلص مومن تھا جب اس کا باپ عبد اللہ بن ابی موت کی کشمکش میں تھا تو اس نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور میرے باپ کیلئے دعا فرمادیں حضور ﷺ نے اس کی دلجوئی کیلئے دعا فرمائی تو یہ حکم نازل ہو گیا کہ آپ دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر مرتبہ بھی دعا کریں تو اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا۔ بارگاہ قدس سے حضور کو حکم فرمایا گیا محبوب یہ لوگ زبان درازی کرتے ہیں لعن طعن کرتے ہیں یہ لوگ ناقابل معافی ہیں ان کیلئے آپ دعا کریں یا نہ کریں ان کیلئے برابر ہے۔ اگر آپ ستر مرتبہ بھی دعا کریں گے تو انہیں معاف نہ کیا جائے گا معاف نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کی دعا میں قبولیت نہیں یا ہم آپ کی بات نہیں مانتے وجہ یہ ہے

کہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے منکر ہو گئے ہیں۔ اس آیہ پاک میں حضور ﷺ سے پیار کی بھی ایک جھلک ہے محبوب! ہم انہیں اس لئے معاف نہیں کریں گے کہ تیرے خلاف ہیں تیرے صحابہ کے خلاف ہیں خدا کے منکر ہیں۔

تفسیر کبیر شریف میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی کی عادت تھی کسی نہ کسی اجتماع میں کھڑے ہو کر حضور کی تعریف کرتا اور کہتا یہ اللہ کے رسول ہیں اللہ انہیں عزت دے، احد شریف کے موقع پر اس کا نفاق کھل گیا پھر کسی موقع پر اس نے ایسے ہی تعریف کی تو فاروق اعظم نے فرمایا اللہ کے دشمن بیٹھ جا تیرا نفاق ظاہر ہو گیا ہے تو خدا اور رسول کا دشمن ہے حاضرین نے اسے ملامت کی تو یہ بغیر نماز پڑھے غصے سے مسجد سے نکل گیا راستہ میں کسی نے کہا جاؤ حضور کا دامن پکڑ لو معافی مانگ لو اس بد بخت نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں وہ میرے لئے دعا کریں یا نہیں تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہو گئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَاصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
جنگ میں رسول اللہ سے پیچھے رہ جانے والے
خوش ہوئے اور انہوں نے اسے ناپسند کیا کہ وہ
اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد
کریں اور انہوں نے کہا گرمی میں نہ نکلوا آپ
کیلئے جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ سخت ہے
اگر وہ سمجھے (۸۱) انہیں چاہئے کہ وہ ہنسیں کم اور
روئیں زیادہ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو وہ کرتے
تھے (۸۲)

اللہ
الصَّادِقُ
الْعَظِيمُ

يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾

تفسیر

جیسے پچھلی آیات مبارکہ میں منافقین کی بد عملی کا ذکر ہوا اس آیہ مبارکہ میں ان کی ایک اور قبیح حرکت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ جب غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو بھی ساتھ چلنے کا حکم فرمایا سخت گرمی کا موسم تھا بعض منافقین نے بیماری کا بہانہ بنایا اور پیچھے رہ گئے۔ بعض نے کہا حضور گرمی شدید ہے سفر لمبا ہے ہمارے اندر اتنی طاقت نہیں کہ یہ مرحلہ برداشت کریں تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ وہ منافقین جو حیلے بہانے بنا کر پیچھے رہ گئے یہ بہت خوش تھے کہ وہ رہ گئے ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب آپ ان سے کہہ دیں دوزخ کی آگ اس گرمی سے کہیں زیادہ سخت ہے اور دائمی ہے اگر وہ یہ سمجھ لیتے تو ایسی حرکت نہ کرتے یہ ہنسی کم روئیں زیادہ۔ تفسیر روح البیان میں ہے غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوخیثمہ بھی تھے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کو گئے چند دن گزر گئے تھے یہ ایک دن اپنے باغ میں آئے ٹھنڈی ہوا، چھاؤں، پانی، پھل ایسی نعمتیں موجود تھیں دو مکان تھے خدام تھے ہر مکان میں ایک بیوی تھی یہ انعامات دیکھ کر رو پڑے اور کہا یہ انصاف نہیں حضور تو پتی ریت میں ہوں اور میں یہاں درختوں کے سایہ میں سب کچھ چھوڑا اور حضور کے پیچھے تبوک روانہ ہو گئے اور حضور ﷺ سے جا ملے یہ ان کا اہم کارنامہ تھا جس سے حضور ﷺ خوش ہوئے۔

مدینہ منورہ میں رہنا بہت بڑی خوش قسمتی ہے مگر حضور ﷺ کی مخالفت میں مدینہ منورہ کا قیام بھی فائدہ مند نہیں مدینہ منورہ کی برکتیں وہاں کا قیام اسی وقت مفید ہے جب حضور ﷺ کی اطاعت اور محبت میں ہو۔ حضور ﷺ کے ساتھ شامل نہ ہونا اور بہانے بنا کر پیچھے بیٹھ رہنا اور اس سازش پر خوش ہونا یہ منافقین کا عمل ہے اللہ ایسی قبیح حرکتوں سے بچائے۔

آیہ مبارکہ میں منافقین کے اس عمل کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ حضور سے پیچھے رہ گئے نہ یہ کہ وہ پیچھے رہ

گئے بلکہ اوروں کو بھی روکتے تھے کہ نہ جاؤ سخت گرمی ہے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ وہ ہنسیں تھوڑا، روئیں زیادہ یہ دنیا کی زندگی چار روزہ ہے یہ ہنسی خوشی میں گزار دیں گے اور آنے والی ابدی زندگی میں انہیں رونا ہی رونا ہے یہ امر خبر کے معنی میں ہے کہ قریب ہے وہ ہنسیں گے کم اور روئیں گے زیادہ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے محبوب کریم!) اگر اللہ آپ کو ان منافقوں کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے اور یہ سب آپ سے جہاد میں جانے کیلئے اجازت طلب کریں تو انہیں کہیں کہ اب تم کبھی بھی میرے ساتھ نہیں جاسکو گے اور کبھی میرے ہمراہ دشمن سے نہیں لڑسکو گے تم پہلی مرتبہ بیٹھے رہنے پر راضی ہو گئے تھے اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو (۸۳)

فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ
فَأَسْتَأْذِنُكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَّنْ
تُخْرِجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَكِنْ تَقَاتِلُوا
مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ
أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخُلَفَاءِ ۝

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں منافقین کی بد قسمتی کا ذکر ہوا کہ انہوں نے غزوہ تبوک میں جانے کی دعوت کو قبول نہ کیا اور پیچھے بیٹھے رہے اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین اب خود جہاد میں جانے کی خواہش کریں گے تو انہیں فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین اب خود جہاد میں جانے کی خواہش کریں گے تو انہیں فرمادیا جائے تم پہلے پیچھے بیٹھے رہے اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اس آیہ مبارکہ میں غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور ﷺ کو غیبی خبر دی گئی کہ غزوہ تبوک کے بعد منافقین آپ سے کہیں گے تبوک تو ہم نہ جاسکے اب ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور موقعہ ضائع نہیں کریں گے محبوب جب وہ ایسی بات کریں تو

آپ انہیں روک دیں کہ تمہیں کسی جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں کہ پہلے تم نہ گئے تھے اب ہم نہیں چاہتے کہ تم چلو۔ اس آیہ مبارکہ میں محبوب کریم ﷺ کو دو غیبی خبریں دی گئیں ایک تو یہ کہ آپ تبوک سے بخیر و عافیت واپس مدینہ منورہ پہنچ جائیں گے دوسری یہ کہ منافق محض دکھاوے کیلئے اپنا نفاق چھپانے کیلئے کہتے ہیں کہ حضور ہم آئندہ غزوات میں آپ کے ساتھ رہیں گے۔ محبوب! جب منافقین یہ کہیں تو آپ انہیں واضح کر دیں کہ آئندہ تم ہمارے ساتھ کسی جہاد میں شامل نہیں ہو سکتے کہ پہلی مرتبہ پیچھے رہ گئے ہو یہ ان پر عذاب الہی تھا کہ حضور کی ہم رکابی سے دور کر دیئے گئے۔ حضور کا قرب رب کی رحمت ہے آپ سے دوری خدا کا غضب ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو ”خالفین“ کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ فاسدین کے ساتھ بیٹھے رہو۔ آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تم نے میرے رسول ﷺ کی دعوت قبول نہیں کی اب اس کی پاداش میں تمہیں ساتھ جانے سے انکار کر دیا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا
وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ^(۸۳)

اور ان میں سے کسی کی میت پر نماز نہ پڑھیں اور
نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک ان لوگوں
نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ فسق

میں ہی مر گئے (۸۳) ﷺ

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں منافقین کے بارہ میں ذکر تھا کہ محبوب! انہیں جہاد میں شریک ہونے سے روک دیں۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد میں ان کی ذلت تھی، اس آیہ پاک میں ارشاد ہے کہ ان کی میتوں پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں اس میں ان کی اور رسوائی ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: عبد اللہ بن ابی مشہور منافق تھا قبیلہ بنی خزاج کا سردار تھا، حضور ﷺ سے مخالفت میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا یہ بیمار ہو گیا اس نے حضور ﷺ کو بلایا اور عرض کی مجھے اپنی قمیص عطا کر دیں میں اس میں کفن دیا جاؤں اور میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔ حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو اپنی قمیص بھیج دی یہ قمیص دیکھ کر عبد اللہ بن ابی نے کہا حضور مجھے اپنی نچلی قمیص دیں جو جسم سے لگی رہتی ہے کچھ وقفہ بعد یہ مر گیا اس کا بیٹا عبد اللہ صحابی تھا حاضر ہوا اور قمیص مانگی حضور ﷺ نے قمیص عطا فرما دی اس پر سیدنا عمر بن الخطاب نے عرض کی حضور وہ تو بد بخت تھا، خبیث تھا، آپ نے اپنی طیب و طاہر قمیص کیوں دی؟ آپ نے فرمایا عمر! یہ قمیص اُسے فائدہ نہ دے گی مجھے امید ہے اس کی برکت سے ایک ہزار منافقین اسلام قبول کر لیں گے۔ پھر حضور ﷺ اس کی میت تیار ہو جانے پر اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے جب حضور ﷺ مصلیٰ پر کھڑے ہوئے تو عمر فاروق نے پھر عرض کی، حضور یہ تو منافق ہے آپ اس کی نماز کیوں پڑھاتے ہیں فرمایا ابھی تک مجھے میرے رب نے منافقین کی نماز پڑھانے سے روکا نہیں یہ فرمایا ہے اگر ستر بار بھی آپ دعاء مغفرت کریں گے تو پھر بھی ہم انہیں نہیں بخشیں گے اگر میں جانتا کہ ستر بار سے زیادہ دعا کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی تو زیادہ دعا کرتا۔ حضور ﷺ نے اس کی نماز پڑھادی جب قبر میں رکھا گیا تو حضور ﷺ نے قبر سے اس کی میت نکلوائی اور قمیص پہنائی۔

حضور ﷺ کے اس عظیم کرم عظیم رحمت کو دیکھ کر منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا قمیص عطا کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ عبد اللہ بن ابی نے اپنی قمیص حضرت عباس کو پہنائی تھی حضور علیہ السلام نے اپنے چچا کا بدلہ دے دیا کہ حضرت عباس پر اس کا احسان نہ رہ جائے۔

حضور ﷺ کے نماز پڑھانے، قمیص پہنانے میں یہ حکمت بھی تھی کہ آپ کے اخلاق کو دیکھ کر منافق مخلص مومن ہوں گے چنانچہ ایک ہزار بندہ تائب ہوا۔ قمیص دینے میں یہ بھی حکمت تھی کہ اس کا بیٹا عبد اللہ جو مخلص جاں باز صحابی تھے وہ رنجیدہ خاطر نہ ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(اے قرآن پڑھنے والے) دشمنوں کا مال اولاد
تجھے تعجب میں نہ ڈالے اس کے سوا نہیں اللہ
چاہتا ہے کہ انہیں اسی کے سبب دنیا میں عذاب
دے اور اسی کفر کی حالت میں ان کی جانیں نکل
جائیں (۸۵)

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي
الدُّنْيَا وَكَرِهَتْ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ
كَفَّارُونَ ﴿٨٥﴾

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

اس آیہ پاک میں ہر قرآن پڑھنے والے سے خطاب ہے کہ کفار و مشرکین منافقین کے ہاں مال اولاد
کی فراوانی آپ کو حیران نہ کر دے کہ یہ لوگ ہیں تو خدا کے دشمن پھر اس قدر مال و دولت کیوں ہے یہ مال و
دولت ان کیلئے رحمت نہیں بلکہ عذاب الہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ انہیں ان کے مال، اولاد ان کیلئے
وہال جان بن جائیں انہیں پتہ چل جائے کہ جس مال سامان اکٹھا کرنے کیلئے مر رہے ہیں یہی چیزیں ان
کی ہلاکت کا سبب بنیں گی۔

آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو درس دیا جا رہا ہے کہ وہ کفار کی امیری و مالداری پر حیران نہ ہوں مومن کی
غربت کافر کی مالی قوت سے بہت اچھی ہے، یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ کافر کے مال جائیداد کو دیکھ کر یہ کہنا کہ
ان پر خدا راضی ہے ناجائز ہے، ابو جہل، ابولہب، فرعون، نمرود، شداد مالی لحاظ سے بڑے تھے مگر خدا کے
دشمن تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جب اُن پر کوئی سورت اُتاری جاتی ہے کہ
اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ
(مل کر) جہاد کرو تو ان سے صاحب استطاعت
اجازت مانگتے ہیں کہ ہمیں پیچھے بیٹھنے والوں
کے ساتھ چھوڑ دیں (۸۶) وہ پیچھے رہنے پر
راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی وہ
سمجھتے نہیں (۸۷)

وَإِذَا أَنْزَلْتَ سُورَةً أَنْ آمَنُوا بِاللَّهِ
وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ
أُولُو الظُّلُمِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا لَكُمْ
مَعَ الْقُعْدِيِّينَ ۖ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا
مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۖ

صَلَّى
الْعِظِيمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے منافقین کو ان کا مال ان کی اولاد جہاد سے روکتے ہیں جب کبھی
ایسے احکام نازل ہوتے ہیں کہ ایمان کے اندر اخلاص پیدا کرو جہاد میں شریک ہو جاؤ تو وہ پیچھے رہنے کے
لیے بہانے بناتے ہیں اور اپنے کو معذور و مجبور لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں مجاہدین کے ساتھ
جانے پر راضی نہیں ہوتے، پیچھے رہ جانے والے منافقین یا عورتوں کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں ان
کے دلوں پر نفاق کی مہر لگا دی گئی ہے اب وہ اچھے برے میں فرق نہیں کر سکتے۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے جب ان پر سورت اُتاری جاتی ہے، یہاں سورت بمعنی آیہ ہے جس سے
پتہ چلتا ہے کبھی آیت کو بھی سورۃ کہ دیا جاتا ہے۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ انہیں حکم دیا گیا اللہ پر ایمان لاؤ
منافق خدا کو تو مانتے تھے اللہ پر ایمان لانے کا معنی یہ ہوا رسول اللہ پر ایمان لاؤ کہ اللہ پر ایمان لانے کیلئے
ضروری ہے کہ اس کے رسول ﷺ کو دل کی گہرائیوں سے اللہ کا رسول مانا جائے۔ آیہ مبارکہ میں رسول اللہ
ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کا حکم دیا گیا جس سے واضح ہے اپنے طور پر بھی جہاد عبادت ہے مگر حضور کے ساتھ
مل کر جہاد کرنا حسین ترین عبادت ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی جب ایمان کو جلا بخشنے، اللہ کو راضی کرنے، اپنے گناہ بخشوانے کا موقع آیا تو انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا، محبوب کریم ﷺ ابر کرم بن کر آئے اُجڑی کھیتوں پر برسے وہ بنجر زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں مگر ان کی شومی قسمت کہ انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا کفر کی طرف توجہ کرتے کرتے ان کا دل اس حد تک پہنچ گیا کہ ایمان لانے کا امکان ہی نہیں رہا اور یہ مہر جو ان کے دلوں پر لگا دی گئی ان کی سختی و نافرمانی ہٹ دھرمی کے سبب لگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور انہیں کیلئے سب اچھائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں (۸۸) اللہ نے ان کیلئے جنتوں کو تیار کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے (۸۹)

لَکِنَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ
لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ﷺ
الْعَظِيمُ

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں کفار و مشرکین کی صفات کا بیان ہوا ہے کہ جہاد سے بھاگنے کیلئے حیلے بہانے بناتے ہیں ان کی سزا و سزا کا ذکر ہے۔ اس آیہ پاک میں مومنین کی صفات کا ذکر ہے اور ان کی جزا جنت ہے اور فرمایا گیا منافقین کی سازشوں سے جہاد پر کوئی اثر نہ پڑے گا کہ مخلصین ایماندار حضور کے ساتھ ہیں حضور کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے محبوب منافقین کے پیچھے رہ جانے کا آپ کوئی فکر نہ کریں آپ کے ساتھ مخلص ایماندار جانباز صحابہ ہیں ایسے مخلصین جانبازوں کیلئے دین دنیا کی بہترین بھلائیاں ہیں انہیں دنیا میں فتوحات

نصیب ہوگی قبر میں حساب سے رہائی، قیامت میں اللہ کی رضا ان کے ساتھ ہوگی اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلصین کیلئے جنتیں بنادی ہیں جن کے نیچے بہت سی نہریں بہہ رہی ہیں وہاں سے کبھی بھی نکلیں گے نہیں یہ انعامات ہمیشہ ہمیشہ ان کیلئے ہیں یہ ان کی بڑی کامیابی ہے یہ بتاؤ کہ ایمانداروں کی عظمت کو اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ حضور کے ساتھ ہیں۔

حضور ﷺ کا ساتھ ایک بہت بڑی عظیم نعمت ہے اور دوسرے سارے انعامات اس نعمت کے تابع ہیں ایمانداروں کی عظمت اس طرح بھی واضح فرمائی گئی کہ انہوں نے اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ان خدمات کا صلہ یہ دیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان کیلئے جنات ہیں: پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کی بد عملی بہانہ بازی کا ذکر تھا اس میں ایمانداروں کی استقامت ہمت و جانبازی کا ذکر ہے چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں باطل کے بعد حق، نفاق کے بعد اخلاص، کفر کے بعد ایمان کا ذکر حق و صداقت کے عنوان کو نمایاں کر رہا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَجَاءَ الْمُعَذِّبُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ
لِيُؤْذِنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اور بہانہ بنانے والے دیہاتی لوگ آئے تاکہ
انہیں اجازت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھے رہے
جنہوں نے اللہ اور رسول سے جھوٹ بولا اور قریب
ہے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا (۹۰)

اللہ
الصَّادِقُ
الْعَظِيمُ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اُن لوگوں کا ذکر تھا جنہیں کوئی عذر تو نہ تھا صرف منافقت کی بناء پر رہ گئے اور غزوہ تبوک میں ساتھ نہ گئے۔ اس آیہ مبارکہ میں اُن سست لوگوں کا ذکر ہے جو منافق تو نہ تھے مگر محض سستی کی بناء پر ساتھ نہ گئے اس آیہ مبارکہ کے نزول کے سلسلہ میں کئی روایات ملتی ہیں: ایک روایت اس طرح ہے

جب حضور ﷺ نے غزوہ تبوک جانے کا حکم دیا تو عامر بن طفیل اور اس کے قبیلہ کے چند لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی حضور ہم تبوک جائیں تو ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے گھروں کو قبیلہ طے والے لوٹ لیں گے اور ہمارے بچوں کو ہلاک کر دیں اس وجہ سے ہم حاضری سے محروم ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے نیاز کر دے اُن لوگوں کے متعلق یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، تفسیر روح البیان میں ایک روایت اس طرح ملتی ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ تو دھوکہ دہی کیلئے حاضر ہوا اور بہانے بنائے دوسرا گروہ اپنے گھروں میں ہی رہا حاضر نہ ہوا ان دونوں گروہوں کے متعلق یہ آیہ پاک نازل ہوئی ایک گروہ واقعی معذور تھے حاضر خدمت ہوئے اور رہ جانے کی اجازت مانگی دوسرا وہ گروہ تھا جو مسلمان ثابت کرنے کیلئے حضور کے سامنے جھوٹ بول گئے، دل میں کافر تھے زبانی طور پر مسلمان بنے یہ لوگ گھروں میں بیٹھے رہے حضور کے پاس آئے ہی نہیں۔

آیہ کریمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے دربار گو ہر بار کی حاضری ایمان خلوص اور دیانتداری سے ہو تو باعث نجات ہے، کفر منافقت بے ایمانی سے ہو تو باعث عذاب ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جدین قیس کو جہاد میں نہ جانے کی اجازت دے دی تو چند منافقین اور بھی حاضر ہوئے اور حیلے بہانے بنا کر اجازت مانگی آپ نے اجازت تو دے دی مگر یہ جان لیا یہ جھوٹے عذر کر رہے ہیں تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 لَیْسَ عَلَی الضَّعْفَاءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضَی
 وَلَا عَلَی الذِّیْنِ لَا یَجِدُوْنَ مَا یَنْفِقُوْنَ
 حَرْجٌ اِذَا تَصَوَّأَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ مَا عَلَی
 الْمَحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلِ وَاللّٰہِ
 عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ضعیفوں اور بیماروں پر کچھ حرج نہیں اور نہ اُن پر
 جنہیں خرچ کی طاقت نہ ہو جبکہ اللہ اور رسول
 کے خیر خواہ ہیں نیکی کرنے والوں کیلئے الزام کی
 کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۹۱)

ﷺ
 العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں جھوٹے بہانے والے منافقین کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں سچے معذورین کا ذکر ہے جو جہاد سے معذور ہیں نہ اُن پر جہاد فرض ہے اور نہ رہ جانے پر عتاب۔ اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں سورۃ براءۃ میں جہاد کی آیات اُتریں جن میں جہاد سے جان بچانے والوں پر سخت عتاب تھا، اس وقت میں کاتب وحی تھا لکھ رہا تھا ایک نابینا شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور میرے متعلق کیا حکم ہے میں معذور ہوں تب یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

حضرت ضحاک کہتے ہیں یہ آیہ عبد اللہ بن ام کلثوم کے حق میں نازل ہوئی جو نابینا تھے اس آیہ مبارکہ میں تین قسم کے لوگوں کو غزوات میں شرکت نہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پہلا شخص جو ضعیف ہے چلنے پھرنے پر قدرت نہیں رکھتا دوسرا وہ شخص جو مریض ہے تیسرا وہ شخص جو غریب ہے اس کے پاس سامان سفر نہیں جیسے حاجی کیلئے سامان سفر ضروری ہے ایسے لوگوں کو مدینہ منورہ رہ جانے پر حج نہیں بشرطیکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے خیر خواہ ہوں مجاہدین کے بال بچوں کی نگہداشت کریں ایسے افراد پر نہ جانے میں گناہ نہیں۔

یہ لوگ معذورین میں شامل ہوں گے قرآن مقدس فرماتا ہے ”لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعًا“ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا جب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کیلئے مخلص ہوں تو پیچھے رہ جانے میں کوئی حرج نہیں اللہ کیلئے نصیحت کا یہ معنی ہے کہ اُس کی توحید اور اس کی صفات پر اعتقاد ہو اُسے ہر نقص عیب سے پاک جانے اور رسول کیلئے نصیحت کا یہ معنی ہے اس کی رسالت کو سچے دل سے مانے رسول اللہ کی اطاعت کرے مسلمانوں کیلئے نصیحت کا یہ معنی ہے کہ ان کے خلاف بغاوت نہ کرے اگر ان سے کوتاہی سرزد ہو تو انہیں تنبیہ کرے۔ عوام کو نصیحت کا یہ معنی ہے کہ ان کی صحیح رہنمائی کرے ان کی خیر خواہی کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جو آپ کے پاس آئے تاکہ آپ انہیں جہاد کیلئے سواری مہیا کریں تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے میرے پاس کوئی سواری نہیں وہ اس حال میں واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے اس غم سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کیلئے کچھ نہیں (۹۲)

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَعَيْنُهُمْ تَفِيضٌ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾

صَلَّى
الْعِظَمِ

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں جہاد میں نہ جانے والے تین قسم کے لوگوں کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ایک اور گروہ کا ذکر ہے جو جہاد میں نہ جاسکے یہ لوگ وہ تھے جن کے پاس جہاد کیلئے سامان نہ تھا اور انہوں نے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے ان پر بھی جہاد میں شامل نہ ہو سکنے کا کوئی گناہ نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا حضرت ابو موسیٰ اشعری اور ان کے چند اور ساتھی حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں حاضر ہوئے اور سفر جہاد کیلئے سواری مانگی حضور ﷺ نے فرمایا میں تم کو سواری نہ دوں گا میرے پاس سواری ہے نہیں تو یہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے بعد میں حضور ﷺ کے پاس اونٹ آگئے یا قرض لے کر انہیں سواریاں دیں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جیسے پچھلی آیہ کریمہ میں تین جماعتوں پر جہاد میں حاضر نہ ہونے پر گناہ نہیں ایسے ہی ان لوگوں پر بھی گناہ نہیں جو غزوہ تبوک کا اعلان سن کر حاضر ہوئے اور عرض کی حضور ہمیں سواری عطا فرمائیں، حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا اس وقت سواری ہے نہیں تو یہ لوگ روتے ہوئے آنسو بہاتے واپس ہو گئے۔ انہیں یہ سخت صدمہ تھا کہ انہیں سفر کیلئے سواری خرچ کیلئے

سامان نہ مل سکا ان کی اس حالت پر یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی حضور ﷺ کے سائل کو کریمانہ انداز سے جواب دینے کا پتہ چلتا ہے کہ سائل کو نرمی سے جواب دیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو آپ سے
 اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں اور وہ
 پیچھے رہ جانے پر راضی ہو گئے اللہ نے اُن کے
 دلوں پر مہر لگا دی پس وہ کچھ نہیں جانتے (۹۳)
 اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُوكَ
 وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ
 الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ
 فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۳﴾
 ﷺ
 الْعَظِيمُ

تفسیر

پہلی آئیہ پاک میں اُن برے لوگوں کا ذکر ہے جو غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوئے اس وجہ سے اُن پر عتاب ہے اس آئیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، عبد اللہ ابن ابی اور اس کے ستر (۷۰) ساتھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے اور اس رہ جانے کو اپنا کمال سمجھا اور اس عمل پر بہت خوش تھے اس آئیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جو لوگ جہاد سے اس لئے محروم رہ گئے کہ وہ معذور تھے چلنے کے قابل نہیں کمزور ہیں بیمار ہیں سفر پر جانے کا سامان نہیں رکھتے ان لوگوں پر گرفت نہیں۔ عتاب تو انہیں ہے جو مختلف حیلوں بہانوں سے رہ جاتے تھے اور مجاہدین کے ساتھ جانا انہیں ناپسند تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگا دی اب یہ لوگ انجام سے بے خبر ہیں کسی بُرے بھلے کی انہیں خبر نہیں۔

آئیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ گرفت تو ان لوگوں پر ہے جو صاحب استطاعت تھے مالدار تھے ساتھ جا سکتے تھے مگر پھر پیچھے رہ جانے کو ترجیح دی اور بہانہ سازی کی انہوں نے طاقت کے باوجود جہاد سے غیر حاضر رہنا عورتوں کی طرح پسند کیا اور جو لوگ اپنے کسی عذر کی وجہ سے جہاد میں نہ جاسکے ان پر الزام نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم مدینہ میں ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو تم نے جو بھی سفر کیا خرچ کیا تم جس وادی میں گئے وہ تمہارے ساتھ تھے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو گئے وہ تو مدینہ میں پیچھے بیٹھے رہے آپ نے فرمایا وہ عذر کی وجہ سے نہیں جاسکتے تھے حضور ﷺ کا مغزورین کے متعلق یہ ارشاد ان کی کامیابی اور خوشی کا باعث ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الحمد للہ! دسواں پارہ آج ۲۸ ربیع الاول شریف بمطابق ۲۷ مارچ ۲۰۰۹ء کو صبح ختم ہوا۔